فروری ۱۹۹۲ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

• مرضِ نفاق کا نقطۂ آغاز اور اس کے مراحل ومدا
سورۃ المنافقون کی روشنی میں

• فریضۂ شہادت علی الناس (۲)

یکے از مطبوعات

تنظیمِ اسلامی

الحمد للہ کہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی سے عمومی استفادے اور عربی زبان کی تحصیل کے لئے

خط و کتابت کورس

کا اجراء گذشتہ سالوں کے دوران ہو چکا ہے۔

○ پہلا کورس "قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی" کے زیر عنوان ہے' جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے درس قرآن کے ۴۴ کیسٹ اور چند کتب پر مشتمل ہے۔

○ دوسرا کورس ابتدائی عربی گرامر کی تدریس سے متعلق ہے جس میں "آسان عربی گرامر" سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہے۔ قرآن حکیم کا مفہوم براہ راست سمجھنے کے لئے عربی زبان کی تحصیل اشد ضروری ہے۔

سال ۱۹۹۲ء کے آغاز ہی سے خط و کتابت کورس میں داخلہ لیجئے اور گھر بیٹھے قرآن حکیم کی رہنمائی اور عربی زبان کی تدریس سے فائدہ اٹھایئے۔

نوٹ: ہر دو کورس کے پراسپکٹس' داخلہ فارم اور دیگر تفصیلات شعبہ خط و کتابت کورس' قرآن کالج' ۱۹۱۔ اے اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے طلب فرمائیں۔

فون: ۸۳۳۶۳۷-۸۳۳۶۳۸

المعلن: مدیر شعبہ خط و کتابت کورس' مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

جلد :	۴۱
شمارہ :	۲
رجب المرجب	۱۴۱۲ھ
فروری	۱۹۹۲ء
فی شمارہ	-/۵
سالانہ زرِ تعاون	-/۵۰

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، مسقط، بحرین، قطر، متحدہ عرب امارات	۲۵ سعودی ریال
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر، انڈیا۔	۶۔ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ۔	۹۔ امریکی ڈالر
شمالی وجنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ۔	۱۲۔ امریکی ڈالر

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

یونائیٹڈ بنک لیمٹڈ۔ ماڈل ٹاؤن فیروز پور روڈ۔ لاہور (پاکستان)

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن

حافظ عاکف سعید

حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون: ۰۳-۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴

یکے از مطبوعات تنظیمِ اسلامی، مرکزی دفتر: ۶۷۔ اے، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

پبلشر: لطف الرحمٰن خان، طابع: رشید احمد چودھری، مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

☆ عرض احوال ۳
عاکف سعید
☆ تذکرہ و تبصرہ ۷
○سود کا مسئلہ اور ہماری حکومت کا طرز عمل!
○نظام خلافت کے معاشی پہلو کو اجاگر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے!
امیر تنظیم اسلامی کے خطابات جمعہ کے پریس ریلیز
☆ الھدیٰ (قسط ۷۹) ۹
اعراض عن الجہاد کی پاداش: نفاق' سورۃ المنافقون کی روشنی میں (۱)
ڈاکٹر اسرار احمد
☆ مطالباتِ دین ۱۹
فریضہ شہادت علی الناس
سورۃ البقرہ کی آیت ۱۴۳ کی روشنی میں (۲)
ڈاکٹر اسرار احمد
☆ سود کے ارتقاء کا تاریخی جائزہ ۳۴
مترجم: سرزار اعوان
☆ کتابیات ۴۷
پہلا کبیرہ: شرک اکبر
زیر طبع کتاب "کبائر" کے باب دوم کی فصل اول
مؤلف: ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
☆ افکار و آراء ۵۳
○اپنی خودی پہچان...... شمیم اے صدیقی
○خواتین کا حق مہر...... حکیم بشیر احمد
○ملک کی داخلی صورت حال۔ ایک لمحہ فکریہ! ظفر اقبال اعوان
☆ روداد مظاہرہ ۶۳
سود کو تحفظ دینے کی سرکاری کوششوں کے خلاف
تنظیم اسلامی لاہور کا ایک بھرپور احتجاجی مظاہرہ
☆ رفتار کار ۶۹
○امیر تنظیم اسلامی کا متحدہ عرب امارات کا دعوتی و تحریکی دورہ
○امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ کراچی اور دو روزہ مشاورتی اجتماع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

"میثاق" کے گذشتہ شمارے کے ادارتی صفحات میں سود کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کے حالیہ فیصلے کے حوالے سے اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا گیا تھا کہ دینی حلقے اس معاملے میں پر عزم دکھائی دیتے ہیں کہ وہ مل جل کر اس بات کی بھرپور سعی کریں گے کہ حکومت کو اس معاملے میں پیچھے ہٹنے نہ دیا جائے بلکہ اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق دی گئی مہلت کے اندر اندر متبادل قانون سازی کر کے بینکنگ کے موجودہ ڈھانچے کو جو سراسر سود پر استوار ہے' یکسر تبدیل کر کے ملکی معیشت کو سودی آلائش سے پاک کردے اور اس طرح اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف مسلسل حالتِ جنگ کی موجودہ کیفیت سے مملکتِ خداداد پاکستان اور اس کے عوام کو رُستگاری مل جائے ـــــ تاہم دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ آئی جے آئی کی "اسلامی" حکومت جس نے گذشتہ الیکشن میں عوام سے اسلام کے نام پر ووٹوں کی بھیک مانگی تھی اور "اللہ اکبر" کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں لیلائے اقتدار سے ہمکنار ہوئی تھی' نہ صرف یہ کہ متبادل قانون سازی کی جانب مناسب توجہ نہیں دے رہی' بلکہ بالواسطہ طور پر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو التواء میں ڈالنے اور دی گئی مہلت میں مزید توسیع حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن حربہ اختیار کرنے پر تُلی ہوئی ہے۔ صاف نظر آتا ہے کہ حکومت کی ترجیحات کی لسٹ میں سودی نظام کا خاتمہ بہر طور شامل نہیں ہے ـــــ مزید افسوسناک بات یہ ہے کہ دینی حلقوں کی جانب سے بھی سود کے Issue پر وہ پہلا سا دم خم بھی دیکھنے میں نہیں آرہا' نہ ان کی صفیں "بنیانِ مرصوص" کا منظر پیش کررہی ہیں اور نہ ان کے لہجوں میں وہ پہلا سا عزم جھلکتا نظر آتا ہے ـــــ قرائن بتاتے ہیں کہ اب کے بھی دن بہا کے یونہی گزر جائیں گے اور سود کے خاتمے کی آرزو کے باغ میں پھول کھلنے کی نوبت شاید مستقبل قریب میں نہیں آسکے گی۔ ہاں اگر دینی حلقے واقعتہً متحد ہوجائیں اور وہ دینی

سیاسی جماعتیں جو آئی جے آئی کی حکومت میں حصہ دار ہیں ' اس معاملے میں سخت موقف اختیار کریں اور اپنی اپنی قومی و صوبائی نشستوں کو ٹھوکر مارنے کے لئے محض زبانی کلامی نہیں' عملاً تیار ہوں تو کچھ امید کی جاسکتی ہے کہ سودی معیشت کی نحوست سے نجات کا کچھ سامان فراہم ہوسکے ۔ ورنہ اس صورت حال کا مداوا ایک مکمل اسلامی انقلاب کے سوا شاید اور کوئی نہیں!

موجودہ سودی نظام اور سود کو تحفظ دینے کی سرکاری کوششوں کے خلاف ۱۹ر جنوری کو لاہور میں تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام ایک خاموش احتجاجی مظاہرے کا پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ یہ مظاہرہ الحمدُ للہ بہت بھرپور اور منظم تھا۔ ملکی اخبارات اور بالخصوص انگریزی اخبارات نے اسے غیر معمولی کوریج دیا۔ ہفت روزہ "ندائے خلافت" کے گزشتہ شمارے میں اس مظاہرے کی کچھ تصویریں جھلکیاں' جو مختلف اخبارات کے ذریعے سے حاصل ہوئیں ' شامل تھیں۔ مظاہرے کی مختصر تحریری رپورٹ زیر نظر شمارے میں شامل ہے ۔

☆ ☆ ☆

تحریکِ خلافت پاکستان کو وسیع پیمانے پر متعارف کرانے اور نظامِ خلافت کے خدوخال کو عوام الناس کی سطح پر اجاگر کرنے کے لئے تنظیمِ اسلامی کے زیر اہتمام ملک کے مختلف شہروں میں اجتماعاتِ عام کا انعقاد دورانِ ماہ جنوری بھی حسبِ سابق جاری رہا اور اس حوالے سے امیرِ تنظیم کا یہ مہینہ بھی خاصا مصروف گزرا ـــــ اوّلاً ۹ر جنوری کو رحیم یار خان کے پریس کلب میں امیر تنظیم اسلامی نے تحریکِ خلافت کے منشور کے نکات کی وضاحت کی ۔ اسی روز شام کو صادق آباد میں جامع مسجد تحصیل بازار میں امیرِ محترم نے نظامِ خلافت کے خدو خال اور اس کی برکات کے حوالے سے مفصل خطاب فرمایا۔ پھر ۱۰ تا ۱۲ر جنوری کراچی کا سہ روزہ دورہ ہوا' جہاں معمول کے خطابِ جمعہ کے علاوہ بعض دیگر پروگرام بھی ترتیب دیئے گئے تھے ۔ اس دوران ملتزم رفقاء کا دو روزہ مشاورتی اجتماع بھی کراچی میں منعقد ہوا ' ۱۲ر جنوری کی شام بعد نماز مغرب معاونینِ تحریکِ خلافت کراچی کا ایک اجتماع ہوا جس میں معاونینِ تحریک بڑی تعداد میں شریک

ہوئے ـــــ کراچی سے واپسی پر ۱۳ر جنوری کو امیرِ تنظیم کو پھر رحیم یار خان رکنا تھا' جہاں جلسۂ عام کا پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ یہ جلسہ بھی الحمدُ لِلّٰہ توقع سے زیادہ بھرپور رہا ـــــ جمعہ ۱۷ر جنوری کو سرگودھا میں جلسۂ خلافت منعقد ہوا۔ مرکزی خطاب یہاں بھی امیرِ محترم ہی کا تھا' تاہم معمول کے مطابق تنظیمِ اسلامی کے بعض سینئر رفقاء نے بھی جلسے سے خطاب کیا۔ (رحیم یار خان' صادق آباد اور سرگودھا کے اجتماعاتِ عام کی ایک مفصل اور جامع رپورٹ "ندائے خلافت" کے ۳ر فروری کے شمارے میں شائع ہو چکی ہے' جبکہ دورۂ کراچی کی رپورٹ زیرِ نظر شمارے میں شامل ہے)

☆ ☆ ☆

ماہ جنوری کے آخری عشرے میں امیرِ تنظیم اسلامی نے متحدہ عرب امارات کا بھرپور دعوتی و تحریکی دورہ کیا ابو ظبی کی تنظیم کے امیر جناب محمد خالد صاحب نے اس دورے کا پروگرام بہت پہلے ترتیب دیا تھا اور امیرِ محترم سے اس کی منظوری لے لی تھی۔ دعوتی و تحریکی کام کے ساتھ ان کی لگن اور والہانہ شوق کو دیکھتے ہوئے امیرِ محترم نے اس سفر کی ہامی بھر لی۔ اس سے پہلے متحدہ عرب امارات میں مرکزی انجمن خدام القرآن اور تنظیمِ اسلامی کے تحت دعوتی و تحریکی کام اکثر و بیشتر ابو ظبی تک محدود تھا۔ دوبئی میں بھی جمعیت خُدّام القرآن کی ایک شاخ وجود میں آچکی تھی لیکن وہاں حلقہ ابھی کچھ زیادہ وسیع نہیں ہوا تھا۔ امیرِ تنظیم کا یہ حالیہ دورہ متحدہ عرب امارات کی قریباً تمام ریاستوں پر محیط تھا۔ اس بار اجتماعات کے زیادہ پروگرام دبئی میں ہوئے' تاہم ابو ظبی' العین' راس الخیمہ' شارجہ اور الفجیرہ میں بھی امیرِ محترم کے خطابات کے پروگرام ترتیب دئے گئے تھے۔ تمام پروگرام الحمدُ لِلّٰہ نہایت بھرپور اور کامیاب رہے۔ ابو ظبی سے موصول ہونے والی اس دورے کی ایک جامع رپورٹ زیرِ نظر شمارے میں شامل کر لی گئی ہے۔

ادھر کچھ عرصے سے بمبئی کے بعض نہایت مخلص اور فعّال دوستوں کی جانب سے بھی امیرِ تنظیمِ اسلامی کے دورے کی پر زور فرمائش ہو رہی تھی۔ چنانچہ ماہ فروری کے وسط میں قوی امکان ہے کہ امیرِ تنظیم دس روز کے لئے بھارت کے سفر پر روانہ ہوں گے اور اس طرح بمبئی میں پہلی بار امیرِ محترم کے دُروسِ قرآن اور خطاباتِ عام کے پروگرام

ہوں گے۔ امیر تنظیم کا یہ دعوتی دورہ زیادہ تر بمبئی تک محدود ہوگا' بمبئی کے علاوہ شاید بنگلور میں بھی ایک دو روز کا کوئی پروگرام ترتیب پاجائے۔ ۲۶ر فروری تک ان شاء اللہ ہندوستان سے واپسی ہوگی۔

☆ ☆ ☆

مرکزی انجمن خُدّام القرآن لاہور کی دعوت پر

مشہور برطانوی نومسلم سکالر چارلس گائی ایٹن کی لاہور آمد

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر انتظام سالِ رواں کے لئے محاضرات قرآنی ' مرکزی انجمن کے قرآن آڈیٹوریم (اتاترک بلاک' گارڈن ٹاؤن لاہور) میں ۲۸ر فروری تا ۳ر مارچ منعقد ہوں گے۔ چار روزہ محاضرات میں انگلستان سے خصوصی دعوت پر بلائے گئے مشہور سکالر جناب گائی ایٹن (حسن عبدالحکیم) خطاب فرمائیں گے۔ آپ کے خطابات "اسلام اور دورِ حاضر کے تقاضے" کے موضوع پر ہوں گے۔ گائی ایٹن کی پیدائش سوئٹزرلینڈ اور تعلیم انگلستان کی مشہور کیمرج یونیورسٹی میں ہوئی۔ کئی سال تک آپ نے جرنلسٹ کی حیثیت سے جمیکا اور مصر میں کام کیا، اور بعد ازاں انگلستان کے سفارتی محکمے میں ملازمت کے سلسلے میں انڈیا' افریقہ اور جزائر غرب الہند میں قیام کیا۔ اس محکمے سے آپ نے ۵۵ سال کی عمر میں ریٹائرمنٹ لی۔ ایک ادبی کتاب کے علاوہ مذہبی اور فلسفیانہ موضوع پر آپ نے دو کتابیں تحریر کی ہیں ' جن میں سے ایک کا اردو ترجمہ "اسلام اور تقدیر انسانی" کے عنوان سے ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور نے شائع کیا ہے۔ آپ آج کل لندن سے شائع ہونے والے اسلامی جریدے "اسلامک کواٹرلی" کے ایڈیٹوریل ایڈوائزر کے طور پر کام کررہے ہیں۔ مرکزی انجمن خدام القرآن ان محاضرات کی نشستوں کی صدارت کے لئے ملک کے نامور اہلِ علم حضرات کو دعوت دے گی۔

تذکرہ و تبصرہ

ملکی و ملی حالات کے بارے میں تنظیم اسلامی اور اس کے امیر کا نقطہ نظر
امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطابات کے آئینے میں

(۱)

سود کا مسئلہ اور ہماری حکومت کا طرز عمل!
جمعہ ' ۱۷ جنوری کا پریس ریلیز

لاہور ' جمعہ ۱۷ جنوری ۹۲ء ' امیرِ تنظیم اسلامی پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے ایک بیان میں علماء کی طرف سے سود کے مسئلے پر حکومت کے طرز عمل کے خلاف مضبوط موقف اختیار کرنے کو بروقت اور صائب قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بات اب پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وزیر اعظم نواز شریف کی حکومت دین و شریعت کے ساتھ خلوص کے زبانی اظہار کے سوا اسلام کی طرف کوئی مثبت پیش رفت نہیں کر سکی اور وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے واضح فیصلے کے بعد تو کابینہ میں ان کے قریبی ساتھی اللہ اور اس کے رسول ؐ کے خلاف اعلانِ جنگ میں زیادہ ہی جری ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وزیر ثقافت شیخ رشید کی طرف سے آئے دن دینی قدروں کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور وزیر مملکت برائے اقتصادی امور سردار آصف احمد علی نے یہ بیان دے کر کہ سُود کے بغیر ہمارے ملک کی معیشت کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی 'گویا سود کی حِلّت کا فتویٰ جاری کر دیا۔ وزیر مملکت کا یہ بیان اللہ اور اس کے رسول ؐ پر ان کے عدمِ اعتماد کا کھلا مظہر اور بہت بڑی جسارت کے مترادف ہے۔ سود کو تحفظ دینے کی زیر زمین سرگرمیوں اور اعلانیہ ارادوں کے سامنے آنے پر اللہ سے بغاوت کا وبال ان دینی جماعتوں اور مذہبی عناصر پر بھی آتا ہے جنہوں نے آئی جے آئی کو اسلام کے علمبردار کے طور پر پیش کر کے گذشتہ انتخابات میں مسلمانوں کے ووٹوں کا حقدار قرار دیا تھا اور اب انہی کی ذمہ داری ہے کہ اپنی حکومت کا مواخذہ بھی کریں۔

پریسلر ترمیم کے خالق امریکی سینیٹر کے حالیہ دورۂ پاکستان کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اگرچہ صدر ' وزیر اعظم اور فضائیہ کے سربراہ نے امریکی سینیٹر سے ملاقات نہ کر کے قومی وقار کو ملحوظ رکھا تاہم نہیں کہا جا سکتا کہ اب تک ہماری حکومت امریکہ کے سامنے کس حد تک سرِ تسلیم خم کر چکی ہے 'کیونکہ اس کفایت شعاری اور منصوبہ بندی کے آثار کہیں نظر نہیں آتے جو

امریکی امداد کے بغیر اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لئے ضروری ہے' جبکہ نام نہاد خود انحصاری کا معاملہ بھی تا حال صرف بیانات تک محدود ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے امریکہ کی خواہشات کو پورا کرنے اور اپنے ازلی دشمن بھارت کے رحم و کرم پر چھوڑے جانے کو اگر واقعی قبول نہیں کیا تو اس کا اعلان اخباری بیانات سے نہیں بلکہ عملی اقدامات سے ہونا چاہیے' جس کا بحالاتِ موجودہ واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم دنیا کو بتا دیں کہ ہم وہ ایٹم بم بنا چکے ہیں یا اب بنا رہے ہیں جس سے اسلام کے دشمن لرزہ براندام ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں حکم دیا ہے کہ دشمنوں کے عزائم کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں ہر وقت چوکس رہنا ہے اور سامانِ حرب کی تیاری کو کسی بھی حال میں مؤخر نہیں کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اس حکمِ ربانی کی تعمیل میں اب ذرا بھی تاخیر کی گنجائش نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بہت سے پیچیدہ سیاسی مسائل کا حل جوہری توانائی کے بھرپور استعمال میں مستور ہے۔

(۲)

۳۱ر جنوری کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور ۳۱ر جنوری: امیرِ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کو اس سے غرض رکھے بغیر کہ یہاں حکومت آئی جے آئی کی ہے' مسلم لیگ کی ہے یا نواز شریف کی' یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وقتِ دُعا ہے۔ اقتدار کی مثلث میں کوئی کچھ بھی کردار ادا کر رہا ہو لیکن صاف نظر آتا ہے کہ برتری کے نشہ سے سرشار امریکہ کی مخاصمت نے پاکستان کو کڑی آزمائش سے دوچار کر دیا ہے۔ جامع القرآن ماڈل ٹاؤن میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ امریکہ اور اس کا حلیف مغرب مسلمان ملکوں میں "بنیاد پرستی" کی لہر سے خائف ہے جس کی پاکستان میں بھی گہری جڑیں موجود ہیں بلکہ فرقہ واریت اور جاگیرداری کی لعنت ہم پر مسلط نہ ہوتی تو یہاں اس کے لئے ماحول سب سے زیادہ سازگار تھا۔ الجزائر میں انتخابی عمل کے ذریعے ابھرنے والی اسلامی قوت کو جبر سے دبانے والوں کی عملی حمایت کر کے امریکہ نے اپنے بنیادی عقیدے یعنی جمہوریت تک سے انحراف قبول کر لیا ہے' جبکہ پاکستان میں بھی اس کے نزدیک پانی خطرے کے نشان سے اوپر چڑھتا جا رہا ہے جہاں اسلام کی طرف طویل لیکن سُست رو دستوری و قانونی پیش رفت کو وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں نے اچانک مہمیز دے دی ہے۔ امیرِ تنظیم اسلامی نے کہا کہ سُود کے معاملے میں وفاقی شرعی عدالت نے ایک واضح موقف اختیار کیا اور اس عدالت کے سربراہ جسٹس تنزیل الرحمٰن کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ فاضل عدالت کا کام موجودہ قوانین کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کے فیصلے دینا ہے جبکہ متبادل قانون سازی اس کا نہیں' قانون ساز ادارے یعنی اسمبلی کا کام ہے۔ ڈاکٹر

(باقی صفحہ ۵۷ پر)

الہدیٰ قسط: ۷۹

مباحث جہاد فی سبیل اللہ

درس ۳ (؟)

اعراض عن الجہاد کی پاداش

نفاق

سورۃ المنافقون کی روشنی میں

(۱)

نفاق کی حقیقت' اس کا سبب اور اس کے درجات

سورۃ الصفّ اور سورۃ الجمعہ کے بعد مطالعۂ قرآن حکیم کے ہمارے اس منتخب نصاب کے حصۂ چہارم کا آخری درس سورۃ المنافقون پر مشتمل ہے۔ حُسنِ اتفاق سے زیر نظر منتخب نصاب میں بھی یہ سورتیں اسی ترتیب سے شامل کی گئی ہیں جس ترتیب سے یہ مصحف میں وارد ہوئی ہیں یعنی پہلے سورۃ الصفّ' پھر سورۃ الجمعہ اور پھر سورۃ المنافقون۔ اس ترتیب میں بڑی معنویت پنہاں ہے' اس لئے کہ نفاق درحقیقت نتیجہ ہے جہاد فی سبیل اللہ سے کنی کترانے اور اس سے دامن بچانے کا۔ یہی وجہ ہے کہ نفاق کی حقیقت' اس کا اصل سبب' اس کا نقطۂ آغاز' اس کی علامات' اس کے مدارج و مراتب' اس کی ہلاکت خیزی اور اس کے ساتھ ساتھ اس سے بچنے کی تدابیر' بلکہ کہیں اگر اس کی چھوت لگ گئی ہو تو اس کے علاج اور معالجے کی تدابیر' ان بہت سے موضوعات پر مشتمل یہ سورت مصحف میں بھی سورۃ الصفّ اور سورۃ الجمعہ کے بعد وارد ہوئی ہے اور ہمارے اس منتخب نصاب میں بھی یہ تینوں سورتیں اسی ترتیب سے شامل ہیں۔

منافقین کی دو قسمیں

اس سے پہلے کہ سورۃ المنافقون کی آیات کا سلسلے وار مطالعہ شروع کیا جائے' مناسب ہو گا کہ پہلے اصولاً یہ سمجھ لیا جائے کہ نفاق اصل میں ہے کیا! گویا کہ اب چند

بالکل حقیقتِ نفاق سے متعلق عرض کی جائیں گی۔

نفاق کے بارے میں یہ بات تو معلوم اور معروف ہے کہ منافق اسے کہتے ہیں کہ جس کے دل میں ایمان نہ ہو لیکن وہ ایمان کا مدعی ہو' ایمان کا دعویدار ہو' گویا وہ اپنے آپ کو مسلمانوں میں شامل کراتا ہو حالانکہ اس کا دل نُورِ ایمان سے خالی ہو۔ یہ بات یقیناً صحیح ہے لیکن اس کے بارے میں یہ عام تصور جو لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ منافق صرف وہی ہوتا ہے کہ جو ابتداء ہی سے دھوکہ اور فریب کی نیت کے ساتھ اسلام میں داخل ہو' گویا کہ اسے کبھی ایمان کی کوئی رمق سرے سے نصیب ہی نہ ہوئی ہو' یہ بات پورے طور پر درست نہیں ہے۔ اس نوع کے منافق بھی یقیناً پائے جاتے تھے لیکن ایسا معاملہ بہت کم تھا۔ قرآن مجید میں یہود کی ایک سازش کا ذکر ہے کہ جب ان کی ساری مخالفتوں کے علی الرغم اور تمامتر ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے باوجود مدینے میں اسلام کی جڑیں گہری ہوتی چلی گئیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مدینۂ منورہ میں تمکن عطا فرما دیا تو انہوں نے اسلام کی قوت کو کمزور کرنے کے لئے ایک تدبیر سوچی۔ انہوں نے دیکھا کہ اسلام کی یہ ساکھ عرب معاشرے میں قائم ہو چکی ہے کہ جو شخص ایک بار ایمان لے آتا ہے وہ واپس نہیں پھرتا' چاہے ایمان قبول کرنے کے نتیجے میں اسے کتنی ہی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں اور کیسی ہی مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ اس ساکھ کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے یہ سازش تیار کی کہ صبح کے وقت ایمان لانے کا اعلان کرو اور شام کو انکار کر دو اور مرتد ہو جاؤ' اپنے سابق دین میں واپسی کا اعلان کر دو۔ اس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ کچھ اور لوگ بھی لوٹ آئیں' اپنے آبائی دین کی طرف پلٹ آئیں' عام لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ آخر یہ لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے' اندر جا کر انہوں نے ضرور کوئی ایسی غیر متوقع بات دیکھی ہو گی جس سے بدک کر یہ لوگ واپس لوٹ آئے' ممکن ہے جس امید میں یہ اسلام میں گئے تھے اس کے برعکس کوئی صورت وہاں نظر آئی ہو کہ انہیں لوٹنا پڑا!—— ایمان کی ساکھ کو ختم کرنے کے لئے یہود نے یہ تدبیر اختیار کی۔ اب ظاہر بات ہے کہ اس کیفیت کے ساتھ جو شخص بھی اسلام کے دائرے میں داخل ہوا اُس نے اگرچہ کلمۂ شہادت زبان سے ادا کیا ہو گا لیکن اس کا یہ داخلہ ابتداء ہی سے دھوکے کے تحت ہے۔ ایمان کی کوئی رمق اسے کسی ایک لمحے کے لئے بھی حاصل

نہیں ہوئی۔ ایسے کسی شخص نے ایک آدھا دن یا چند دن اگر اس قانونی اسلام کی کیفیت میں بسر کئے تو یقیناً ایک خالص منافق کی حیثیت سے بسر کئے ہیں۔

اس نوع کا معاملہ بعد میں ہو بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص مسلمانوں میں جاسوس کی حیثیت سے شامل ہونے کے لئے اسی قسم کے کسی انداز میں اسلام میں داخل ہو، اور کلمۂ شہادت زبان سے ادا کرے تو ایمان سے یکسر محروم ہونے کے باوجود بھی قانونی طور پر وہ مسلمان سمجھا جائے گا۔ اور ایسا شخص تو ظاہر بات ہے کہ شعائرِ دین کا احترام بھی عام مسلمان سے زیادہ کرے گا، اپنے آپ کو مسلمان منوانے کے لئے وہ نمازیں بھی پڑھے گا، روزے بھی رکھے گا لیکن اس شخص کے قلب کی کیفیت کے بارے میں ہر شخص جانتا ہے کہ ایک لحظے کے لئے بھی اسے کبھی ایمان کی روشنی نصیب نہیں ہوئی۔ تو اگرچہ اس نوع کا نفاق بھی دورِ نبویؐ میں موجود تھا لیکن اکثر و بیشتر جس قسم کے نفاق کا ذکر ہمیں قرآن مجید میں ملتا ہے اس کی نوعیت اس سے مختلف تھی۔

نفاق کا اصل سبب

اس نفاق کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے کہ جو دورِ نبویؐ میں بالعموم پایا جاتا تھا اور جس کا قرآن حکیم میں کثرت سے ذکر ملتا ہے، یہ بات پیشِ نظر رکھئے کہ انسان اپنی قوتِ ارادی کے اعتبار سے مختلف کیفیات اور مختلف درجوں کے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو کسی نظریے یا مسلک کو ہرچہ بادا باد کی سی شان کے ساتھ قبول کرتے ہیں: ع

ہرچہ بادا باد ماکشتی در آب انداختیم

کہ ہم نے کشتی دریا میں ڈال دی ہے اب جو ہو سو ہو۔ طارق بن زیادؒ نے جس کی انتہائی مثال قائم کی کہ: ع

طارق چو برکنارۂ اندلس سفینہ سوخت

ساحلِ اندلس پر پہنچ کر کشتیاں جلا ڈالیں کہ واپسی کا دھیان بھی کبھی نہ آئے۔ اس مزاج کے حامل لوگ ہر دور میں دنیا میں موجود رہے ہیں، کبھی کم اور کبھی زیادہ، لیکن ایک دوسرے مزاج کے لوگ بھی دنیا میں رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جنہیں ہم کمزور طبائع کے حامل لوگ یا ضعیف قوتِ ارادی کے مالک لوگ قرار دیتے ہیں کہ ایک خاص راستے

پر چلنا چاہتے ہیں' لیکن اپنی کم ہمتی کے باعث چل نہیں پاتے۔ اس راہ میں درپیش مشکلات و موانع اور سختیوں اور آزمائشوں کے مقابلے میں قدم قدم پر ان کی ہمتیں جواب دیتی نظر آتی ہیں' ان کا جوش عمل سرد پڑتا ہے' وہ آگے بڑھنے کی بجائے کسی ایک مقام پر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں یا کبھی لوٹنے کے ارادے سے چند قدم پیچھے ہٹتے ہیں تو پھر اگر کوئی آسان صورتِ حال سامنے آئے تو دو چار قدم آگے بڑھا لیتے ہیں' حالات کی سختی اگر برقرار رہے تو بالآخر ان میں سے بعض کے قدم پیچھے ہی ہٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہ دونوں طبائع ہمیشہ پائی گئی ہیں اور آئندہ بھی پائی جائیں گی۔

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ مکّی دور میں جو لوگ ایمان لائے ان کی غالب اکثریت ان لوگوں پر مشتمل تھی جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی حقانیت کو پوری طرح قلبی و ذہنی طور پر تسلیم کرنے کے بعد ایمان لائے تھے۔ کلمۂ شہادت زبان سے ادا کرنے سے پہلے ہی وہ ہر مصیبت کو جھیلنے کے لئے آمادہ اور ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو چکے ہوتے تھے اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ ادھر ہم نے یہ الفاظ زبان سے نکالے ادھر مصیبتوں کے پہاڑ ہم پر ٹوٹ پڑیں گے' گھر میں اور گھر کے باہر ہر جگہ مشکلات' تکالیف اور تشدد (PERSECUTION) کا سامنا ہو گا' لہٰذا جو آتا خوب سوچ سمجھ کر اسلام کی طرف آتا۔ لیکن یہ صورتِ حال بعد میں برقرار نہ رہی۔ مدنی دور کے ابتدائی دو ایک سالوں کے بعد حالات تیزی سے بدلنے لگے۔ مدینۂ منورہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمکّن فی الارض یعنی غلبہ عطا فرما دیا' اوس اور خزرج جو مدینہ کے دو بڑے قبیلے تھے' دونوں ایمان لے آئے' گویا آپؐ مدینۂ منورہ کے بے تاج بادشاہ ہو گئے۔ اب یہ بات نہیں رہی کہ جو ایمان لائے اس کو شدائد اور مصائب سے سابقہ پیش آتا ہو' لہٰذا کچھ کمزور طبائع نے بھی ہمت کی اور حالات کو سازگار دیکھتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔ واضح رہے کہ یہ لوگ بھی اسلام کی دعوت سے متأثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے' ان کے دل نے بھی یہ گواہی دی ہو گی کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس کی تعلیمات انسانی فطرت کی شہادتوں سے ہم آہنگ ہیں اس لئے کہ اللہ پر ایمان لانا اور اس کی توحید کا اقرار کرنا فطرتِ انسانی میں شامل ہے۔ اسی طور پر فطرتِ انسانی اس بات کا بھی تقاضا کرتی ہے اور عقل اس حقیقت کو قبول کرتی ہے کہ اعمالِ انسانی کے بھرپور نتائج نکلنے چاہئیں' میزانِ

عدل نصب ہونی چاہئے اور اس کے مطابق جزا و سزا ہونی چاہئے۔ حشر و نشر اور جنّت و دوزخ ان سب حقیقتوں کو ذہن قبول کرتا ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار اور ایک خورشیدِ تاباں و درخشاں کی مانند آپؐ کی شخصیت بھی لوگوں کے سامنے تھی اور آپؐ کی حقانیت کی گواہی بھی لوگوں کے دل کی گہرائیوں سے پھوٹتی تھی' چنانچہ لوگ آئے' ایمان قبول کرلیا۔ لیکن جیسے جیسے ایمان کے عملی تقاضے سامنے آنے لگے' جان اور مال کھپانے کے مطالبے شدت پکڑنے لگے ضعیف الارادہ اور کم ہمت لوگوں کے لئے اسلام اور ایمان کے راستے پر چلنا مشکل ہو تا گیا۔ سورۃ الصفّ کی آخری آیت ذہن میں لایئے۔ اللہ کے دین کے غلبے کے لئے نبی اکرمؐ کی نصرت کا مطالبہ کس زور دار انداز میں آیا ہے:

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ"

اللہ کی راہ میں جان و مال کھپانے کے پر زور مطالبے پر مبنی سورۃ الصفّ کی آیت نمبر ۱۰ اور ۱۱ کو بھی ذہن میں لایئے

"هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ"

اور پیچھے چلئے' سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۵ ہم پڑھ آئے ہیں جس میں جہاد فی سبیل اللہ کو ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا گیا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○

یہ تقاضے نہایت کٹھن ہیں' جان اور مال دونوں انسان کو بہت عزیز ہیں بلکہ بسا اوقات انسان کا مزاج یہ بن جاتا ہے کہ جان چلی جائے' مال نہ جائے' چنانچہ ایسے کمزور طبائع کے حامل لوگوں کو دنیا اور اس کی آسائشیں چھوڑ کر جہاد و قتال کے راستے پر جانا بہت دشوار معلوم ہوتا' بقولِ جگر مراد آبادی:

تپتی راہیں مجھ کو پکاریں
دامن پکڑے چھاؤں گھنیری

دو بلیغ تمثیلیں

ایسے لوگوں کے لئے سورۃ الحج میں بڑی پیاری تشبیہ وارد ہوئی ہے۔ فرمایا: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ" کہ لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کنارے رہ کر اللہ کی بندگی کرنا چاہتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو ہرچہ بادا باد کا نعرہ لگا کر منجدھار میں کودنے کے لئے آمادہ ہے۔ اور ایک وہ ہے جو کنارے کنارے چلنا چاہتا ہے' اپنی جان اور مال کو بچا بچا کر رکھنا چاہتا ہے' اگرچہ:

آسودۂ ساحل تو ہے مگر شاید یہ تجھے معلوم نہیں
ساحل سے بھی موجیں اٹھتی ہیں خاموش بھی طوفاں ہوتے ہیں

کے مصداق کنارے پر بھی انسان پر کوئی مصیبت آ سکتی ہے لیکن بہرحال منجدھار کے مقابلے میں دریا کا کنارہ آرام و آسائش اور عافیت کا ایک گوشہ ہے۔ اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ" کہ اگر اسے خیر پہنچتا رہے' سہولتیں میسر ہیں تو مطمئن رہتا ہے "وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ" اور اگر کوئی آزمائش آ پڑی' کوئی کٹھن مرحلہ درپیش ہوا یا جان اور مال کے لگانے کا کوئی تقاضا سامنے آیا تو پھر وہ اوندھے منہ گر کر رہ جاتا ہے۔ فرمایا: خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ" یہ دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ ہے۔ ایسے شخص کی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی۔

یہی مضمون سورۃ البقرہ کے دوسرے رکوع میں بھی آیا ہے۔ وہاں تین قسم کے انسانوں کا ذکر ہوا ہے۔ ایک وہ متقی اور خدا ترس لوگ جو قرآن حکیم سے صحیح طور پر استفادہ کرنے کے اہل ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جن کی مسلسل ہٹ دھرمی اور ضد کے باعث ان کے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں اور قرآن کی ہدایت اب ان کے حق میں قطعاً مفید نہیں۔ تیسرا طبقہ ان دونوں کے بین بین ہے۔ آیت نمبر۸ میں ان کا تذکرہ ہے: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مدعی ہیں اس بات کے کہ ہم ایمان لے آئے اللہ پر اور یوم آخر پر' درآنحالیکہ وہ فی الواقع مومن نہیں ہیں۔ ذرا آگے چل کر اس دوسرے رکوع میں ان کے لئے ایک تمثیل بیان کی گئی:

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ○ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

یہ ایک مرکب تمثیل ہے۔ رات کا وقت ہے' موسلا دھار بارش ہو رہی ہے' بادلوں کی گھن گرج اور بجلی کی کڑک اور چمک نے ماحول کو ہیبت ناک بنا دیا ہے' کچھ کم ہمت اور بزدل لوگ اس طوفان میں گھرے ہوئے ہیں۔ کڑک سے ان کی جان نکلی جا رہی ہے۔ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسے ہوئے وہ خوف و دہشت کی تصویر بنے کھڑے ہیں۔ جیسے ہی بجلی کی چمک سے ماحول تھوڑی دیر کے لئے منور ہوتا ہے تو وہ ہمت کر کے دو چار قدم آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اور جب ماحول پھر تاریک ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

نفاق کا آغاز

اس تمثیل میں ایک خاص انسانی کردار کا مکمل نقشہ موجود ہے۔ حالات سازگار اور موافق ہوئے تو ایمان اور اسلام کے راستے پر چلتے رہے لیکن جب آزمائش کا وقت آیا' جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کی کڑک اور گھن گرج سنائی دی' جان و مال کے ایثار کا کٹھن مطالبہ سامنے آیا تو ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے' کمر ہمت ٹوٹ کر رہ گئی۔ یہ کیفیت در حقیقت مرضِ نفاق کا آغاز ہے۔ یہ اس مہلک مرض کا STARTING POINT ہے۔ البتہ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس کیفیت کے ابتدائی مراحل کو قرآن نفاق قرار نہیں دیتا۔ نفاق سے پہلے ایک منزل ضُعفِ ایمان کی ہے کہ ایمان ابھی اس درجے پختہ نہیں ہوا کہ انسان کا عمل پورے طور پر اس کے تابع ہو سکے چنانچہ عمل میں بھی کمی اور کوتاہی کا صدور ہوتا رہتا ہے لیکن ضعفِ ایمانی کی اس کیفیت کا یہ ایک لازمی امر ہے کہ انسان اپنی خطا کا اعتراف کرتا ہے' جھوٹے بہانے نہیں بناتا بلکہ اپنی غلطی اور کوتاہی کو صاف تسلیم کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے' نبیؐ سے بھی معذرت کرتا ہے اور استدعا کرتا ہے کہ میرے لئے اللہ سے استغفار کیجئے۔ جب تک یہ صورت برقرار رہے اسے

نفاق نہیں کہا جائے گا بلکہ اسے ضعفِ ایمان سے تعبیر کیا جائے گا۔ لیکن اس سے اگلا قدم یہ ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں پر پردے ڈالنے لگے، جھوٹے بہانوں کو اپنی بے عملی کے لئے آڑ اور ڈھال کے طور پر استعمال کرنے لگے، تو یہاں سے یوں سمجھئے کہ نفاق کی سرحد شروع ہو گئی، مرضِ نفاق کے پہلے مرحلے کا آغاز ہو گیا۔

نفاق ایک روگ ہے

جس طرح یہ بات عام طور پر معروف ہے کہ ٹی بی کی تین STAGES ہوتی ہیں، اسی طرح یہ جان لیجئے کہ مرضِ نفاق کے بھی تین درجے یا تین مرحلے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ قرآن مجید نے نفاق کو بھی ایک روگ اور مرض قرار دیا ہے۔ سورۃ البقرہ کے دوسرے رکوع میں فرمایا: **فِی قُلُوۡبِهِمۡ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا** "ان کے دلوں میں ایک روگ ہے پس اللہ نے اس روگ میں اضافہ فرما دیا ----- اور یہ اللہ تعالیٰ کی مستقل سنّت اور طے شدہ ضابطہ ہے کہ اگر تم ہدایت کی طرف آؤ گے تو تمہاری ہدایت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اور اگر گمراہی کا راستہ اختیار کرو گے تو گمراہی اور ضلالت کے راستے کھلتے چلے جائیں گے۔ بے حیائی کی طرف اگر تم رُخ کرو گے تو بے حیائی کے کاموں میں بڑھتے چلے جاؤ گے۔ جن گھرانوں کے بارے میں آج سے پچاس سال پہلے یہ تصور نہیں ہو سکتا تھا کہ ان کی خواتین کی کوئی جھلک کبھی کوئی دیکھ پائے گا، جو حفیظ کے اس شعر کا مصداقِ کامل تھیں کہ ع

"چشمِ فلک نے آج تک دیکھی نہ تھی ان کی جھلک"

اب انہی گھرانوں کی بیٹیاں اور پوتیاں قریبًا نیم عریاں لباس میں سڑکوں پر چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ یہ سب کچھ تدریجًا ہوا ہے۔ ایک بُرائی اگلی دس بُرائیوں کی رہ ہموار کرتی ہے۔ تو اللہ کی سنّت اور اس کا دستور یہی ہے کہ ہدایت کی طرف آؤ گے تو وہ اس کے راستے کھول دے گا (فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡيُسۡرٰى)۔ برائی کی طرف جاؤ گے، بے حیائی کا راستہ اختیار کرو گے تو اس میں آگے بڑھتے چلے جاؤ گے، اللہ تعالیٰ اس راستے کو تمہارے لئے آسان بنا دیں گے (فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰى)۔ اسی طرح اگر نفاق کا راستہ اختیار کرو گے تو اسی راہ میں بڑھتے چلے جاؤ گے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے: "فِی

قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا"۔

مرضِ نفاق کے تین درجے

تو آیئے کہ اب ہم دیکھیں کہ نفاق کے تین درجات کون کون سے ہیں۔ پہلا درجہ یا پہلی Stage یہ ہے کہ انسان اپنی عملی کوتاہی اور غلط روی پر پردہ ڈالنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لینا شروع کر دے۔ حدیثِ نبویؐ میں بھی منافق کی نشانیوں میں جھوٹ کا بطورِ خاص ذکر ملتا ہے: "آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ" فرمایا "منافق کی تین نشانیاں" ہیں اور پہلی نشانی آپؐ نے یہ بیان فرمائی: "اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ"۔ کہ جب بولے جھوٹ بولے۔ یہ اس کی نمایاں ترین علامت ہے۔ تو جھوٹ بول کر اور جھوٹے بہانوں کے ذریعے اپنی کوتاہی اور اپنی تقصیر پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنا مرضِ نفاق کا اوّلین درجہ ہے۔

پھر اس کذب بیانی اور دروغ گوئی میں جب جھوٹی قسموں کا اضافہ ہوتا ہے تو اب گویا یہ اس مرض کے اگلے مرحلے کا آغاز ہے۔ سورۃ المنافقون میں آپ دیکھیں گے کہ اسی مضمون سے سورۃ کا آغاز ہوا ہے: "اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ" کہ اے نبیؐ، جب یہ منافقین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں ---- اسی سلسلہ مضمون میں آگے یہ الفاظ آئے: "اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً"۔ کہ ان منافقین نے اپنی قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنا لیا ہے۔

ایک اہم نفسیاتی حقیقت

تیسرا مرحلہ اس کے بعد ہے لیکن اسے سمجھنے کے لئے ایک اہم نفسیاتی حقیقت کا جاننا بہت ضروری ہے۔ یہ ایک عام نفسیاتی حقیقت ہے کہ اگر آپ عمل کے میدان میں پیچھے رہ گئے ہوں تو وہ لوگ آپ کو ایک آنکھ نہیں بھاتے جو اپنی ہمت کی بدولت آپ سے آگے نکل گئے ہوں۔ آپ کی خواہش یہ ہو گی کہ وہ بھی پیچھے رہ جائیں اس لئے کہ ان کے آگے بڑھنے نے ہماری کمزوری کو مزید نمایاں کر دیا۔ اگر ہم سب کے سب کھڑے رہ جاتے اور کوئی بھی ہمت اور جرأت کا مظاہرہ نہ کرتا تو سب کے سب ایک ہی درجے میں آ جاتے۔ نتیجۃً اس سے ان کم ہمت لوگوں کے دلوں میں ان مومنین صادقین کے لئے کہ جو غلبہ و اقامتِ دین کے لئے جان اور مال کی بازیاں کھیل رہے ہوتے ہیں، نفرت اور

عداوت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے خلاف دشمنی کے جذبات سینوں میں پروان چڑھنے لگتے ہیں جو ایمان کے تقاضوں کے جواب میں آگے بڑھ کر اس شان سے لبیک کہنے والوں میں ہوں کہ اگر مال کا مطالبہ ہے تو جو میسر ہے حاضر ہے، جان کا تقاضا ہے تو سر بکفن حاضر ہیں۔ سچے اہلِ ایمان اور ان کی سرفروشیوں کے خلاف اگر یہ احساسات اور جذبات پیدا ہونے لگیں تو جان لیجئے کہ یہ مرضِ نفاق کی وہ تیسری اور آخری منزل ہے جو ناقابلِ علاج ہے۔ اب اس مرض سے رُستگاری کی کوئی صورت موجود نہیں! تو یہ ہے کہ درحقیقت نفاق کا نقطۂ آغاز، اس کا اصل سبب اور اس مہلک مرض کے مختلف مراحل و مدارج۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفاق کی ہر صورت سے محفوظ رکھے۔ آمین

(جاری ہے)

منہج انقلابِ نبویؐ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اسلامی انقلاب کی

جدوجہد کے رہنما خطوط

غارِ حرا کی تنہائیوں سے لیکر

مدینۃ النبیؐ میں اسلامی ریاست کی تشکیل اور اسکی بین الاقوامی توسیع تک

اسلامی انقلاب کے مراحل مدارج اور لوازم

پر مشتمل

ماہنامہ "میثاق" میں شائع شدہ

امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کے دس خطبات کا مجموعہ

قیمت: ۳۰/- صفحات: ۳۸۴ (نیوز پرنٹ)

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فریضۂ شہادت علی النّاس (۲)

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۴۳ کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

شہادتِ حق کا ختمِ نبوت سے تعلق

محمدٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کی تکمیل اور اس سلسلہ کے خاتمہ کے بعد اب امتِ محمد (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) اجتماعی حیثیت سے پوری نوعِ انسانی کے لئے گواہ بنا کر کھڑی کی گئی ہے۔ اب اس کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کے دین کی شہادت قولاً اور عملاً' اجتماعی اور انفرادی سطح پر پیش کرے۔ اور یہی درحقیقت اس امت کی غرضِ تاسیس ہے۔ اسی مقصد کے لئے یہ امت برپا کی گئی ہے' اسے اللہ کی طرف سے اس کام کے لئے چُن لیا گیا ہے' اور بحیثیتِ جماعت یہی اس کا میمورنڈم ہے۔ اس امت کو دنیا کی دوسری اقوام و امم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' وہ اپنے لئے جیتی ہیں' لیکن اسے ان کے لئے جینا ہے' ان کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینا ہے اور ان کے سامنے حق کی شہادت کو پیش کرنا ہے۔

امتِ مجتبیٰ

سورہ البقرہ کی آیت زیر درس کے علاوہ سورۃ الحج کی آخری آیت میں بھی امتِ مسلمہ کی غرضِ تاسیس اور اس کا مقصدِ وجود فریضۂ شہادت علی الناس کی ادائیگی قرار دیا گیا ہے۔ وہاں فرمایا گیا: **هُوَ اجْتَبٰكُمْ** "اس نے تمہیں (اس مقصد کے لئے) چن لیا ہے"۔ سورۃ الحج کا آخری رکوع ہمارے مطالعۂ قرآن حکیم کے منتخب نصاب میں شامل ہے۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ وہ ارسالِ وحی اور انسانوں تک

اپنے پیغام کی تبلیغ کے لئے ملائکہ اور انسانوں میں سے بعض کو منتخب فرمالیتا ہے (**اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ**) اسی مقامِ اصطفائیت پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہیں، چنانچہ آپؐ کا ایک لقب "مصطفیٰ" بھی ہے۔ پھر اس فریضہ شہادتِ حق کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کرنے کے لئے ایک دوسرا انداز اور اسلوبِ بیان اختیار کیا گیا۔ چنانچہ فرمایا:

وَ جَاهِدُوۡا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجۡتَبٰىكُمۡ وَ مَا جَعَلَ عَلَیۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ مِلَّۃَ اَبِیۡكُمۡ اِبۡرٰهِیۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِیۡ هٰذَا لِیَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَهِیۡدًا عَلَیۡكُمۡ وَ تَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوۃَ وَ اعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰہِ ؕ هُوَ مَوۡلٰىكُمۡ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَ نِعۡمَ النَّصِیۡرُ ○

سورۃ الحج کی اس آیۂ مبارکہ کا چونکہ "شہادتِ حق" یا "شہادت علی الناس" کے موضوع سے گہرا تعلق ہے، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ ہم اس آیۂ کریمہ کا بھی قدرے تشریح و تفصیل کے ساتھ مطالعہ کریں۔ اس ضمن میں سب سے پہلے یہ بات جان لیجئے کہ اس آیت میں "**وَ مَا جَعَلَ عَلَیۡكُمۡ**" سے "**وَفِیۡ هٰذَا**" تک ایک جملہ معترضہ ہے، جو اکثر سلسلۂ کلام کے درمیان میں آجایا کرتا ہے۔ ربطِ مضمون کے اعتبار سے "**هُوَ اجۡتَبٰىكُمۡ**" کا براہِ راست تعلق "**لِیَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَهِیۡدًا عَلَیۡكُمۡ......**" سے جڑتا ہے۔ یعنی تمہیں اس نے چُن لیا ہے، پسند فرمالیا ہے، تاکہ رسول تم پر گواہ بن جائیں اور تم بنی نوعِ انسان پر گواہ بن جاؤ!

اس آیۂ کریمہ کی تشریح و تفسیر سے قبل اس کا ایک رواں ترجمہ، بلکہ ایک ترجمانی ملاحظہ فرمالیں:

> "اللہ کے کام میں (In the Cause of Allah) محنت کرو، کوشش کرو، جدوجہد اور کشمکش کرو، جیسا کہ اس کی جدوجہد کا حق ہے۔ اس نے تم کو (دوسری اُمم و اقوام کے مقابلہ میں اپنے کام کے لئے) چُن لیا ہے ——— اور اس نے تم پر (دین کے احکام میں) کسی قسم کی تنگی بھی نہیں رکھی۔ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ ہے۔ اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے (نزولِ قرآن سے) پہلے بھی اور اس آخری کتاب میں بھی ———

تاکہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔ (یعنی رسول اپنے قول و عمل سے حق کی شہادت ادا فرما کر تم پر اتمامِ حجت فرما دیں اور تم اپنے قول و عمل سے تاقیامِ قیامت نوعِ انسانی پر شہادتِ حق ادا کر کے حجت قائم کرتے رہو) پس تم لوگ (خصوصیت کے ساتھ) اقامتِ صلوٰۃ اور ادائیگیٔ زکوٰۃ کا نظام قائم رکھو اور اللہ کو (اس کی کتابِ حمید' قرآن مجید کے واسطہ سے' جو "حَبْلُ اللّٰہ" ہے) مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو۔ وہی اللہ تمہارا کارساز اور حامی و ناصر ہے۔ (لہٰذا مخالفت اور مصائب و مشکلات سے ہراساں نہ ہو' تم کو حقیقی ضرر اور نقصان کوئی نہ پہنچا سکے گا۔) پس اللہ تعالیٰ کیا ہی اچھا کارساز اور کیا ہی اچھا مدد گار ہے!"

سورۃ الحج کی اس آخری آیت کے مطالعے سے یہ بات واضح طور ہمارے سامنے آ جاتی ہے کہ یہ شہادتِ حق ہی کی ذمہ داری ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے کسی کو اپنا رسول منتخب کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے لئے خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ مُصطفائیت پر فائز فرمائے گئے۔ اور آنحضورؐ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد شہادتِ حق کی یہ ذمہ داری تا قیامِ قیامت امتِ مسلمہ کے سپرد کی گئی ہے۔

امتِ مجتبیٰ کی عظیم ذمہ داریاں

یہ امرِ مسلّم ہے کہ کوئی جس قدر عظیم اور ارفع مرتبے کا حامل ہوتا ہے اس کی ذمہ داری بھی اسی قدر رفیع و عظیم ہوتی ہے۔ چنانچہ امتِ مسلمہ کو مقامِ اجتبائیت پر فائز فرما کر اسے شہادتِ حق کی عظیم ذمہ داری کا حامل بنایا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں **"فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ"** کے الفاظ کے ساتھ یہ ذمہ داری امت کو منتقل فرما دی ——— یعنی "جو لوگ یہاں موجود ہیں اب ان کا فرض ہے کہ ان تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں"۔ لہٰذا اس فرمانِ نبویؐ کے مطابق نوعِ انسانی کے سامنے شہادتِ حق اور تبلیغِ دینِ حق کی ذمہ داری کا بھاری بوجھ امتِ محمدؐ کے کاندھوں پر آ گیا ہے اور امت کے ہر ہر فرد کو انفرادی طور پر اور امت کو بحیثیتِ مجموعی اجتماعی طور پر

نوعِ انسانی کے سامنے اپنے قول اور عمل سے حق کی شہادت دینی ہے۔

شہادتِ حق کی یہ عظیم ذمہ داری ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم شعوری طور پر اس کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہوں' لیکن مقام افسوس ہے کہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ نہ ذمہ داری کا شعور ہے اور نہ مسئولیت کا احساس۔ پھر اس کی ادائیگی کی فکر ہو تو کیسے ہو؟ ہم اس بات سے تو بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ہم "امتِ مرحومہ" سے تعلق رکھتے ہیں' ہمیں "امتِ وَسط" بنایا گیا ہے' ہمیں "خیرِ امت" کا لقب دیا گیا ہے' ہم سید المرسلین اور خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں شامل ہیں ——— اور امرِواقعی کے طور پر یہ ہے بھی خوشی اور مسرت کا مقام ——— لیکن افسوس کہ ہم کو اس بات کا بالکل احساس نہیں ہے کہ اس امتِ وسط اور خیرِامت میں شامل ہونے کے عزو شرف کے ساتھ ساتھ ہمارے کاندھوں پر کس قدر عظیم ذمہ داری کا بوجھ بھی آن پڑا ہے اور شہادتِ حق کی اس ذمہ داری کے بارے میں ہمارا احتساب ہو گا۔ بقیہ پوری نوعِ انسانی سے باز پرس بعد میں ہو گی' پہلے ہم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اس حق کو کس طرح ادا کیا؟ تم رسولِ امینؐ کے قائم مقام تھے' تم اللہ کی آخری کتابِ ہدایت کے حامل تھے' تم پہاڑی کا چراغ تھے اور زمین کے نمک تھے۔ تم نے اپنے قول و عمل سے حق کی شہادت دینے کے لئے کیا محنتیں کیں' کتنی جدوجہد کی اور کتنی توانائیاں کھپائیں؟ غلبۂ دینِ حق کی جدوجہد اور فریضۂ شہادتِ حق کی ادائیگی میں کتنا مال کھپایا؟ کیا ان سوالوں کا کوئی جواب ہمارے پاس ہے؟ کیا ہم بارگاہِ خداوندی میں اس کا کوئی عذر پیش کر سکیں گے؟ اور خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اس محاسبہ سے ہم سب کو لازماً سابقہ پیش آ کر رہے گا!

حضورؐ کی حیاتِ طیبہ میں شہادتِ حق کا مجاہدہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اس فریضۂ شہادتِ حق کی ادائیگی کا انداز اور اس کی شان دیکھنے کے لئے آپؐ کا تیئیس سالہ دورِ نبوت نگاہوں کے سامنے لایئے تو معلوم ہو گا کہ اجرائے وحی اور منصبِ نبوت و رسالت پر فائز ہونے کے دن سے حیاتِ دنیوی کے آخری سانس تک حضورؐ کی ساری جدوجہد' کشمکش اور جہاد و قتال کا مرکز و محور یہی فریضۂ شہادتِ حق اور تبلیغِ حق رہا ہے۔ آپؐ کی ساری محنت و مشقت میں یہ

احساسِ ذمہ داری غالب رہا ہے کہ لوگوں پر حق کی گواہی دینے اور حق کے پہنچانے میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ آخرت کی جواب دہی کا یہ احساس اور شہادتِ حق اور تبلیغِ حق کی ذمہ داری کی یہ فکر حضورؐ کو ہمیشہ دامن گیر رہی۔ یہی احساس آپؐ کو مکہ کے کوچہ و بازار میں لئے لئے پھرتا رہا۔ کبھی گالیوں کی بوچھاڑ کا سامنا ہوا تو کبھی پتھروں کی بارش کا٬ کہیں طنز و استہزاء کے تیر برسائے جا رہے ہیں تو کہیں طعن و تشنیع سے جگر چھلنی کیا جا رہا ہے٬ کہیں گلے میں پھندا ڈال کر جان لینے کی کوشش کی جاتی ہے تو کبھی حالتِ سجدہ میں پشت اور شانہ مبارک پر نجاست بھری اوجھڑی لادی جا رہی ہے۔ راستے میں کانٹے بچھائے جا رہے ہیں۔ آپؐ کی آنکھوں کے سامنے آپؐ کے جاں نثاروں کو کہیں تپتی دھوپ میں منہ کے بل گھسیٹا جا رہا ہے٬ کہیں ان کے سینوں پر آگ دھکائی جا رہی ہے اور کہیں ان کو برچھیوں سے چھیدا جا رہا ہے۔ کبھی آپؐ اور آپؐ کے خاندان کو شعب ابی طالب میں محصور کر کے بھوک اور پیاس سے تڑپا کر مار ڈالنے کے منصوبہ پر عمل کیا جا رہا ہے۔ اور پھر یومِ طائف کی سختی کا اندازہ کیجئے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول آپؐ کی زندگی میں اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں گذرا۔ طائف کی گلیوں میں اوباش لڑکے پیچھے لگا دیئے گئے ہیں٬ تمسخر اڑایا جارہا ہے٬ پھبتیاں کسی جارہی ہیں٬ پتھروں کی بارش سے جسمِ اطہر لہو لہان ہے٬ پائے مبارک میں نعلین اس مقدس خون سے جم گئے ہیں۔ پھر قتل کی تیاریاں ہیں٬ ہجرت ہے٬ جوارِ بیتُ اللہ سے جدائی کا مرحلہ ہے٬ غارِ ثور ہے۔ آگے چلیے٬ مدینہ منورہ میں یہودیوں اور منافقوں کی ریشہ دوانیاں ہیں٬ بدر و اُحد کے معرکے ہیں۔

میدانِ اُحد میں اپنے محبوب ساتھیوں کے تڑپتے لاشے ہیں٬ وہ لوگ جو دل سے پیارے تھے نظروں کے سامنے خاک و خوں میں غلطاں ہیں۔ حمزہؓ جیسے عزیز چچا٬ جان نثار رفیق اور دودھ شریک بھائی کا چبایا ہوا جگر اور مثلہ شدہ جسم نگاہوں کے سامنے ہے۔ مصعب بن عمیرؓ کا لاشہ سامنے لایا جاتا ہے جس کو کفن تک میسر نہیں آرہا اور اسے ایک چھوٹی سی چادر میں اس طرح لحد میں اتارا جاتا ہے کہ پاؤں گھاس سے ڈھانپے جاتے ہیں —— یہ وہ صالح نوجوان ہے کہ اسلام سے قبل مکہ میں اس سے زیادہ خوبصورت٬ معطر اور قیمتی لباس پہننے والا کوئی دوسرا نہ تھا۔ اور یہی وہ جاں نثار صحابی ہیں جنہیں آنحضورؐ نے بیعتِ عقبۂ اولیٰ کے بعد قرآن کی تعلیم و تدریس کے لئے مدینہ منورہ بھیج دیا تھا اور ان کی تبلیغ سے وہ

میدان تیار ہوا جس کے نتیجے میں یثرب کو دارالہجرت اور مدینۃ النبیؐ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ---- اسی معرکۂ اُحد میں خود رسول اللہؐ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے' خود کی کڑیاں رخسارِ مبارک میں اور سرِ مبارک میں پیوست ہوئیں' بے ہوشی کی کیفیت بھی طاری ہوئی۔

غور کیجئے کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ کس لئے ہو رہا ہے؟ اس لئے کہ ایک طرف فریضۂ "شہادتِ حق" کی ذمہ داری کا احساس تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مراحل سے گزار رہا تھا اور دوسری طرف امتِ محمد علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے آنحضورؐ کا اسوۂ حسنہ نمونہ بننا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو ان تمام مراحل سے اسی لئے گزار رہا تھا کہ آپؐ کے نام لیواؤں اور آپؐ سے عقیدت و محبت کے تمام مدعیان کو معلوم ہو جائے کہ خیرِ امت اور امتِ وسط ہونے کا منصب جہاں ایک مقامِ عزو شرف ہے، وہاں اس مقامِ رفیع کی بڑی کٹھن اور بھاری ذمہ داریاں ہیں' جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے انجام دینا ہوگا' جس کے بغیر محاسبۂ اُخروی سے رستگاری ممکن نہیں۔

فریضۂ شہادتِ حق کی امّت کی طرف منتقلی

سورۃ البقرہ کی زیرِ مطالعہ آیت اور سورۃ الحج کی آخری آیتِ کریمہ اس بات کے لئے نصِّ قطعی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد بنی نوعِ انسانی کے سامنے حق کی شہادت دینا امتِ مسلمہ کا فرضِ منصبی ہے اور اسی شہادتِ حق ہی کے لئے یہ امت برپا کی گئی ہے۔ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختمِ نبوت اور تکمیلِ رسالت کا بھی یہ لازمی تقاضا ہے کہ دنیا کی رشد و ہدایت کا کام امّت سرانجام دے اور اپنے قول و فعل سے گواہی دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذمہ داری جس طور پر امت کی طرف منتقل فرمائی اس کا حوالہ اسی مضمون میں گزر چکا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ خطبہ حجۃ الوداع کے حوالے سے اس بات کی مزید وضاحت کروں کہ حضورؐ نے فریضۂ شہادتِ حق کی امت کی طرف منتقلی کا کام کس کمالِ حکمت سے انجام فرمایا۔ خطبہ حجۃ الوداع کو بجا طور پر حقوقِ انسانی کا ایک منشور اور ہدایتِ ربّانی کا ایک خلاصہ کہا جاتا

ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سال کی مسلسل محنتِ شاقہ اور جاں گسل مساعی کے بعد جب وہ وقت آیا کہ جزیرہ نمائے عرب کی حد تک فریضۂ شہادت علی الناس کی تکمیل ہوگئی اور اللہ کا دین بتمام و کمال غالب ہوگیا تو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عظیم اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اس خطاب میں آپؐ نے انتہائی اہم ہدایات ارشاد فرمانے کے بعد مجمع سے سوال کیا: **اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟** کہ لوگو! میں نے خدا کا پیغام، اس کی ہدایت پہنچا دی کہ نہیں؟ تبلیغ کا حق ادا ہوگیا کہ نہیں؟ اس پر سوا لاکھ صحابہ کرامؓ کا مجمع پکار اٹھا: **اِنَّا نَشْهَدُ اِنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَ نَصَحْتَ** کہ اے اللہ کے رسولؐ! ہم گواہ ہیں کہ آپ نے حقِ تبلیغ ادا کردیا، حقِ امانت ادا کردیا اور حقِ خیر خواہی ادا کردیا۔ آپؐ نے یہ بات تین مرتبہ دریافت فرمائی اور صحابہ کرامؓ نے ہر بار یہی جواب دیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے انگشتِ مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا: **اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ** کہ اے پروردگار! تو بھی گواہ رہ، میں سبکدوش ہوگیا، میری ذمہ داری پوری ہوئی! میری طرف سے فریضۂ شہادت علی الناس ادا ہوگیا اور تیرا دین بالفعل قائم ہوگیا!
اس سوال و جواب کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادتِ حق اور تبلیغِ دین کی وہ ذمہ داری جو خاتم النبیین و المرسلین کی حیثیت سے آپؐ کے سپرد تھی صحابہ کرامؓ سے بایں الفاظ مخاطب ہو کر امت کی طرف منتقل فرمادی کہ **فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ** یعنی جو لوگ یہاں موجود ہیں اب یہ ان کا فرض ہے کہ وہ ان تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں!
اس طرح فریضۂ شہادتِ حق کی ادائیگی کی ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھوں سے امت کے کاندھوں پر منتقل ہوگئی۔ اب امت کے ہر فرد کو انفرادی طور پر اور امت کو اجتماعی طور پر یہ فریضہ سرانجام دینا ہے۔

عملی جدوجہد کا نقطۂ آغاز

سورۃ الحج کی آخری آیت میں امت کا فرضِ منصبی شہادت علی الناس، بیان فرمانے کے فوراً بعد امر کے صیغہ میں امت کو تین احکام دیئے گئے: (۱) **فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** (۲) **وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ** (۳) **وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ**۔۔۔ ان کے آغاز میں کلمہ "فَ" (بمعنی "پس") بہت معنی خیز ہے۔ فرمایا: (۱) پس نماز قائم کرو، (۲) زکوٰۃ ادا کرو، اور (۳) اللہ سے چمٹ

جاؤ! اس کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو! اس آخری حکم "اِعتصام باللہ" کے بارے میں تو بعد میں کچھ عرض کیا جائے گا، پہلے ہم اِقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ ایک انسان کو جب اس کے نصب العین یا ہدف (Target) کا شعور حاصل ہو جائے اور اس کی منزل متعین ہو جائے کہ اسے کہاں پہنچنا ہے تو وہ یکدم ایک ہی جست میں اس ہدف تک پہنچ سکتا، بلکہ سب سے پہلے اسے اپنے سفر کا نقطۂ آغاز متعین کرنا ہو گا اور پھر منزل بہ منزل اپنے منتہائے مقصود تک پہنچنا ہو گا۔ چنانچہ **"فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰہِ"** کے الفاظ میں اس جدوجہد کا نقطۂ آغاز بیان فرمایا جا رہا ہے کہ "شہادت علی الناس" کے ہدف تک پہنچنے کے لئے سفر کا آغاز اِقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ سے ہو گا۔ یہ گویا اس ہدف کے ناگزیر لوازم (Pre-requisites) ہیں۔ وہ شخص بڑا ہی نادان ہے جو شہادتِ حق اور اس سے بھی بڑھ کر اقامتِ دین کے مراحل میں ایک زور دار چھلانگ لگا کر پہنچنا چاہے جب کہ اسے نہ اقامتِ صلوٰۃ کی کوئی فکر ہو اور نہ ادائے زکوٰۃ کی، نہ تو اس کی نماز ہی درست ہو اور نہ ہی اسے زکوٰۃ کے احکام تک معلوم ہوں۔

ہماری بہت سی نادانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فی زمانہ جن لوگوں کو اللہ نے اپنے دین کا کچھ فہم عطا فرمایا ہے اور جن کو یہ شعور حاصل ہو گیا ہے کہ اسلام محض چند مراسمِ عبودیت ہی کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل نظامِ حیات ہے، ان کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ دین میں کام کی جو تدریج ہے وہ ان لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور یہ لوگ جوشِ عمل میں اگلی منزل پر چھلانگ لگانے کی سعیٔ لا حاصل میں لگ جاتے ہیں، جس کا نتیجہ چاروں شانے چت گرنے کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔ قرآن حکیم سے ہمیں یہ راہنمائی حاصل ہو رہی ہے کہ شہادت علی الناس کی منزل کی طرف پیش قدمی کے لئے پہلے اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ جیسے فرائض سے تمسک ضروری ہے، اس کے بغیر نہ سیرت کی تعمیر ہو گی اور نہ دعوت و تبلیغ کا حق ادا ہو گا۔ شریعتِ حقّہ میں شخصیت اور معاشرے کی اصلاح کے لئے جو دائرے مقرر کر دیئے گئے ہیں ان کا لحاظ کئے بغیر آخری دائرے میں جست لگا دینا مفیدِ مطلب نہیں بلکہ مضر ثابت ہوتا ہے، کیونکہ یہ فطرت کے

خلاف ہے۔ نظامِ باطل کے خاتمے اور اسلام کے نظامِ عدل و قسط کے قیام کے لئے شاندار جلسے جلوس اور منظم مظاہرے صرف اسی وقت مفید ثابت ہو سکتے ہیں جب کہ ان میں حصہ لینے والے "فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ" پر عامل ہوں۔ اس کے بغیر یہ جلسے جلوس، فلک شگاف نعرے اور مظاہرے گھاٹے کے سودے ہیں اور ان کی حیثیت فریبِ نفس سے زیادہ نہیں، بلکہ اندیشہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زبردست گرفت اور محاسبے کا باعث بن جائیں۔

اسی طرح جو لوگ بس نماز اور زکوٰۃ ہی کو پورا دین سمجھ بیٹھیں، روزوں کی پابندی، حج کی ادائیگی اور کچھ اوراد و وظائف پر مطمئن ہو کر بیٹھ رہیں، جب کہ ان کی زندگی کے دوسرے معاملات اللہ کی اطاعت سے خالی ہوں، نہ دین کی مغلوبیت ان میں کوئی غیرت و حمیت پیدا کرے اور نہ جہاد و قتال کی منازل ان کے سامنے ہوں تو جان لیجئے کہ وہ بھی سخت مغالطے میں ہیں، کیونکہ ان کا تصورِ دین محدود ہی نہیں مسخ شدہ بھی ہے۔

"اعتصام باللہ" کا حکم: اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے احکام کے بعد تیسرا حکم ہے: "وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ" یعنی اللہ سے مضبوطی کے ساتھ چمٹ جاؤ! اس کا دامن مضبوطی سے تھام لو! لفظ 'عصمت' حفاظت کے معنی میں آتا ہے اور "اعتصام" کا مفہوم اپنی حفاظت کے لئے کسی چیز کے ساتھ چمٹ جانا یا کسی کا دامن تھام لینا ہے۔ یہاں "وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ" کے الفاظ سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سے چمٹ جانے کا جو حکم یہاں دیا جا رہا ہے اس کا مفہوم کیا ہے، اللہ سے چمٹ جانے کی عملی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ "القرآنُ یُفسِّرُ بعضُہ بعضًا" کے اصول کے پیشِ نظر ہمیں اس کی وضاحت سورۂ آل عمران کی آیت ۱۰۳ میں ملتی ہے، جہاں فرمایا گیا: "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ" یعنی اللہ کی رسی کے ساتھ چمٹ جاؤ! حبلُ اللہ کو مضبوطی سے تھام لو! اب "حَبْلُ اللّٰہ" کے مفہوم کی تعیین کے لئے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، کیونکہ قرآن کی تبیین و تشریح اور اس کی وضاحت حضورؐ کے ذمہ تھی۔ چنانچہ ایک طویل حدیث کے مطابق جس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی عظمت و رفعت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ھُوَ

حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنُ" کہ یہ قرآن ہی اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ چنانچہ "وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ" کا مفہوم یہ ہو گا کہ قرآن حکیم کو مضبوطی سے تھامو، اس سے اپنا مضبوط تعلق استوار کرو!

خطبہ حجۃ الوداع کے متعلق صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے شہادت لینے اور "فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ" کا حکم دینے سے پہلے جو آخری بات فرمائی وہ یہ ہے:

وَقَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَالَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ، اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِہٖ، کِتٰبُ اللّٰہِ

"اور یقیناً میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ جس کو اگر تم مضبوطی سے تھامے رہو گے اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو سکو گے۔ وہ چیز ہے کتابُ اللہ!"

پس عبادتِ ربّ، شہادت علی الناس اور اقامتِ دین جیسے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمارے دست و بازو صلوٰۃ اور زکوٰۃ ہیں اور اس سفر میں ہمارے لئے زادِ راہ، مشعلِ راہ اور ہادی و رہنما اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن حکیم ہے، جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ!

فریضۂ شہادت علی الناس اور صحابۂ کرامؓ کا کردار

اس فریضۂ شہادت علی الناس کی انجام دہی میں حضورؐ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے جو مصائب و شدائد جھیلے، جو ایثار و قربانی پیش کی اور جو محنتیں اور مشقتیں برداشت کیں وہ تاریخ انسانی کا ایک درخشاں باب ہے۔ تاریخ عالم ان کے صبرو مصابرت اور عزیمت و استقامت کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے اور قیامت تک عاجز رہے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ نے خلافتِ راشدہ کی صورت میں اسلام کا جو نظامِ عدلِ اجتماعی قائم کیا وہ انسانیت کی معراج ہے۔ اگرچہ وہ نظامِ خیروصلاح و فلاح اس وقت اپنی حقیقی شکل و صورت میں دنیا میں عملاً کہیں موجود نہیں ہے، لیکن میں بلا خوفِ تردید عرض کرتا ہوں کہ آج بھی دنیا میں جو خیر، بھلائی اور خوبی کہیں نظر آتی ہے اور جو انسانی اقدار موجود ہیں یا قیامت تک موجود رہیں گی وہ اسی صالح نظام کی برکات ہیں۔ اسی

نظام نے انسان کو اس کے حقوق و فرائض کا شعور بخشا' اسی نظام کی بدولت رنگ و نسل اور زبان و وطن کے امتیازات ختم ہوئے' اسی نظام نے خواتین کو معاشرے میں ان کا جائز مقام دیا اور ان کے حقوق دلوائے۔ یہی وجہ ہے کہ **"الفضل ماشهدت به الاعداء"** کے مصداق دشمن بھی اس نظام عدل و قسط کی برکات کے معترف نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آنجہانی گاندھی نے ۱۹۳۷ء میں وزارتوں کو یہ ہدایت جاری کی تھی کہ اپنی حکومت کے لئے صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے دور حکومت کو بطور نمونہ سامنے رکھا جائے۔

دورِ نبویؐ اور دورِ خلافتِ راشدہ میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام کی صورت میں حق کی عملی شہادت سینہ گیتی پر قائم کر دی گئی جو انسانیت کے لئے تا قیامِ قیامت مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب امت کو قولی شہادت کے ساتھ ساتھ یہی عملی شہادت دنیا کے سامنے پھر پیش کرنا ہے' اس لئے کہ عملی شہادت قائم کئے بغیر شہادت علی الناس کا فریضہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ دنیا پہلے عمل کو دیکھتی ہے لہٰذا نبوی منہاج پر استوار نظام کی اقامت امت پر فرض ہے۔ اب اگر امت اس فرض سے بحسن و خوبی عہدہ برآ نہیں ہوتی تو وہ لازماً خدا کے ہاں مسئول ہو گی' ازروئے فرمانِ خداوندی:
فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ (الاعراف:٦) ——————"ہم لازماً پوچھ کر رہیں گے ان سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور ہم لازماً پوچھ کر رہیں گے رسولوں سے بھی!"

لمحۂ فکریہ

شہادت علی الناس کے اس فریضہ کی ادائیگی کے ضمن میں اب ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ آج ہمارا کیا حال ہے؟ کیا ہم اس فرض کی انجام دہی کا کوئی احساس رکھتے ہیں؟ کیا ہمیں بحیثیتِ امت یہ شعور حاصل ہے کہ ہمارے کاندھوں پر کس قدر عظیم ذمہ داری کا بار ہے؟ کیا ہمیں بنی نوعِ انسانی پر اتمامِ حجت کے لئے قولی و عملی شہادت کی کوئی فکر ہے؟ اور اس سے بڑھ کر غور طلب بات یہ کہ دوسروں پر حق کی شہادت قائم کرنے سے پہلے کیا ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے کسی ایک گوشے سے بھی اس حق کی کوئی عملی شہادت دی جا رہی ہے؟ یہ بڑی ہی دردناک' المناک اور تلخ حقیقت ہے کہ ہماری

موجودہ حیثیت خزانے کے سانپ کی سی ہے کہ ہم نہ تو خود اس دولتِ ربّانی سے مستفیض ہو رہے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کا موقع دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم اپنے سوءِ عمل اور پستیٔ کردار کی وجہ سے دنیا میں ذلت و مسکنت کی جو حسرت انگیز اور عبرت آموز تصویر بنے ہوئے ہیں اسے دیکھ کر اسلام کی حقانیت پر کوئی ایمان لائے تو کیسے لائے؟ یہ بڑی ہی تکلیف دہ حقیقت ہے کہ ہم شہادتِ حق کا فریضہ سرانجام دینے کے بجائے کتمانِ حق کے مجرم بنے ہوئے ہیں۔ اس جرم کی پاداش میں بنی اسرائیل کو' جو ہم سے پہلے "امتِ مسلمہ" کے مقام پر فائز تھے' ذلت و مسکنت کے عذاب سے دوچار کیا گیا تھا اور ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا تھا۔ آج یہی سزا ہمیں مل رہی ہے اور ہم پر تنبیہات کے کوڑے مختلف عذابوں کی شکل میں برس رہے ہیں' لیکن حیف کہ ہماری نگاہوں سے غفلت کے پردے نہیں چھٹ رہے اور ہم خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کو تیار نہیں۔

یہ ایک فطری قانون ہے' جس سے ہمیں اپنی روز مرہ زندگی میں واسطہ پڑتا رہتا ہے' کہ کوئی چیز جس مقصد کے لئے بنائی گئی ہو وہ اگر اس مقصد کو پورا نہ کرے تو اسے اٹھا کر کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے' ایسی چیزوں کو سنبھال کر نہیں رکھا جاتا۔ مثال کے طور پر قلم لکھنے کے لئے بنایا جاتا ہے' لیکن جب آپ کا قلم لکھنا بند کر دے اور اس سے اس کا اصل مقصد ہی حاصل نہ ہو رہا ہو تو آپ یقیناً اسے اٹھا کر کوڑے دان میں پھینک دیں گے۔ امتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہوتا ہے۔ امتِ مسلمہ کی تاسیس دنیا میں اس مقصد کے لئے کی جاتی ہے کہ وہ عبادتِ ربّ کا رویہ اختیار کرے اور شہادتِ حق کا فریضہ انجام دے۔ اب اگر امتِ مسلمہ اپنے مقصدِ وجود اور غرضِ تاسیس ہی کو پورا نہ کرے تو اللہ کی نگاہ میں اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی' وہ راندۂ درگاہ بن جاتی ہے' وہ مردودِ بارگاہِ خداوندی ہو جاتی ہے' اسے دھتکار دیا جاتا ہے اور اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار پڑتی ہے۔ اس کی نمایاں ترین مثال یہود ہیں' جن کے بارے میں فرمایا گیا: **ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ** "اور مسلط کر دی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے"۔

یہود کو اللہ تعالیٰ کے اسی ضابطے کے تحت اس قدر اہانت آمیز سزا ملی' ورنہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انتہائی پیارے تھے۔ قرآن حکیم کے مطالعے سے یہ بات سامنے

آتی ہے کہ اللہ کی طرف سے جتنا لاڈ پیار اس امت کے ساتھ ہوا وہ کسی دوسری امت کے ساتھ نہیں ہوا۔ اللہ نے ان کے لئے صحرا میں بادلوں کا سائبان فراہم فرمایا' ایک چٹان سے بارہ چشمے جاری فرما دیئے' آسمان سے من و سلویٰ نازل فرمایا' فرعون جیسے جابر بادشاہ سے اس معجزانہ شان کے ساتھ گلو خلاصی کرائی کہ عصائے موسوی کی ضرب سے سمندر نے ان کو راستہ دے دیا اور پانی چٹانوں کی طرح اطراف میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے انہی احسانات و انعامات کی بناء پر ان کو یہ غرّا پیدا ہو گیا تھا کہ **نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ** کہ ہم تو اللہ کے بڑے چہیتے ہیں اور اس کی اولاد کی مانند ہیں! یہ وہ قوم تھی کہ جس میں سینکڑوں نبی تشریف لائے اور بیک وقت کئی کئی نبی موجود رہے (مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی مبعوث فرمایا گیا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کی حیثیت سلسلۂ بنی اسرائیل کے خاتم النبیین کی ہے ان کی نبوت کے وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام موجود تھے۔) جس قوم میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام جیسے جلیل القدر نبی اور عظیم الشان بادشاہ گزرے' جس قوم کو مسلسل نبوت عطا کی گئی' جس قوم کے لئے شریعت نازل کی گئی اور کئی کتابیں اتاری گئیں' جنہیں تورات کے بعد کتنے ہی صحیفے دیئے گئے' زبور جیسی کتاب عطا کی گئی اور جن کے لئے انجیل جیسی پُر حکمت کتاب نازل کی گئی ـــــ لیکن دیکھ لیجئے کہ اس سب کے باوجود انہیں اللہ کی نافرمانی کی کیسی کڑی سزا دی گئی۔

بدقسمتی سے آج یہی مغالطہ ہمیں لاحق ہے کہ ہم امتِ مرحومہ میں شامل ہیں' اللہ کے محبوب نبیؐ کے محبوب امتی ہیں۔ لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ خدا کے ساتھ اگر ہمارا کوئی رشتہ ہے تو اس مقصد کے واسطے سے ہے جس کے تحت ہمیں امتِ وَسَط اور خیرِ امت کے خطابات سے نوازا گیا ہے۔ ان خطابات سے عُجب پیدا نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ بہت بڑی ذمہ داریوں کے متقاضی ہیں۔ اگر ہم ان ذمہ داریوں کو پورا نہیں کریں گے اور اپنے مقصدِ وجود کو پورا کرنے کی جدوجہد نہیں کریں گے تو ضابطۂ خداوندی کے مطابق خس و خاشاک کی طرح بہا دیئے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ضابطہ پورا ہو رہا ہے۔ جب تک ہم بحیثیتِ امت اپنے فرضِ منصبی کو پورا کرنے کی جہد و کوشش کرتے رہے ہم دنیا میں سربلند رہے اور دنیا نے ہماری عظمت و سطوت کا لوہا مانا اور جب سے ہم نے اپنے اس

فرض کو پسِ پشت ڈالا ہم زوال پذیر ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ ہمارے تنزل کو صدیاں بیت گئی ہیں۔ اندلس میں جہاں ہم نے سات سو سال سے زائد تک حکومت کی' ہمارا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ سمرقند' تاشقند اور بخارا جہاں سے حدیث اور فقہ کے بڑے بڑے آئمہ اٹھے' آج وہ شہر منکرینِ خدا کے قبضہ میں ہیں اور وہاں پر قائم بڑی بڑی مساجد اور درسگاہیں' سیرگاہوں اور یادگاروں کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مقہور و مغضوب قوم کے ہاتھوں مشرقِ وسطیٰ میں عربوں کو جس ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا وہ عذاب کا ایک کوڑا ہی تو تھا' جس کے نتیجے میں ہمارا قبلۂ اوّل جو فاروقِ اعظمؓ سے لے کر ۱۹۶۷ء تک ہماری تولیت میں تھا' یہودیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ (اس عرصے میں قریباً ایک صدی مستثنیٰ ہے جس میں بیت المقدس عیسائیوں کی تحویل میں چلا گیا تھا) لیکن یہ سانحہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے ناکافی رہا اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اسی طرح عیش کوشی' دنیا طلبی اور خدا سے بغاوت کی روش پر کمربستہ ہیں جو صدیوں سے ہماری فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے۔

خود ملک خداداد پاکستان کا حال دیکھ لیجئے جو ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا' لیکن اسلام سے اعراض کے نتیجے میں ہمارا جو حال ہوا ہے اسے ہم نے نگاہِ عبرت سے دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ہندوستان میں' جہاں ہم ایک ہزار سال تک حکمران رہے' ہم کس طرح پامال کئے گئے اور اب تک کئے جا رہے ہیں۔ ہندو کے ہاتھوں شکست اور اس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان کا سقوط ہماری تاریخ کا المناک ترین باب ہے۔ وہاں کشت و خون کا جو بازار گرم ہوا اور بھائیوں کے ہاتھوں بھائیوں پر بہیمانہ مظالم کے جو پہاڑ توڑے گئے اور بھائیوں کی شقاوتِ قلبی کا یہ مظاہرہ کہ ان کی ہوس کے ہاتھوں بہنوں کی عصمت کے آبگینے چکنا چور ہوئے --- کیا یہ سب کچھ ہمارے لئے کسی درجہ میں عبرت اور انذار کا باعث بنا ؟ کیا ہمارے دل میں رُجوع الی اللہ کی تحریک پیدا ہوئی؟ کیا توبۃ النصوح کا جذبہ ہمارے دل میں ابھرا؟ کیا ہمیں اپنی حالت کو بدلنے کا احساس ہوا؟ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان سب سوالوں کا جواب نفی میں ہے اور ہمارے لیل و نہار جو پہلے تھے وہی اب بھی ہیں۔ اس بچے کھچے پاکستان میں جو فتنے اور عصبیتیں عفریتوں کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں وہ بھی ہمیں خوابِ غفلت سے بیدار نہیں کر سکے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں ذلت و رسوائی کا سب سے بڑا نشان مسلمان بن گئے ہیں۔ مشرق ہو یا مغرب ہر جگہ ہماری پیٹھوں پر عذابِ الٰہی کے کوڑے پڑ رہے ہیں اور یہ سب کچھ خدا کے قانون اور ضابطے کے تحت ہو رہا ہے۔ اور اس صورتِ حال میں اس وقت تک ہرگز کوئی تبدیلی واقع نہ ہوگی جب تک ہم خود اپنے رویے کو نہیں بدلیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ: **اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ۔** "یقیناً اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلے"۔ چنانچہ جب تک ہم اپنے رویے کو تبدیل نہیں کریں گے اور بحیثیتِ امت اپنے ان فرائضِ منصبی کا خیال نہیں رکھیں گے جن کے لئے ہمیں امتِ مسلمہ بنایا گیا ہم اسی صورتحال سے دوچار رہیں گے۔ لہٰذا ہم میں سے ایک ایک فرد کو شعوری طور پر یہ طے کرلینا چاہئے کہ اس کا مقصدِ زندگی عبادتِ ربّ اور شہادت علی الناس کے فریضہ کی ادائیگی ہے اور یہ مقصد تمام مفادات سے بلند و بالا اور سب پر حاوی ہو گا اور سب سے مقدم رہے گا اور **"اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ"** کے مصداق اس کا جینا اور مرنا اسی مقصد کے لئے ہو گا۔ جب تک امت کے ہر فرد کی صلاحیتیں، توانائیاں اور تمامتر جدوجہد اس ایک نکتہ پر مرتکز نہیں ہوگی اس وقت تک یہ صورت حال نہیں بدلے گی۔ یہی سنت اللہ ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا: **وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا ○**

اَقُولُ قَوۡلِی ھٰذا و استغفر اللّٰہَ لی و لکم و لسائر المسلمین و المسلمات

بقیہ: کبائر

اسے پرندے اُچک لے جائیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جاکر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اُڑجائیں گے؛

یہ ہے شرک کی حقیقت اور نتائج، لیکن انسان ہے کہ اس سے باز آنے اور اسے چھوڑنے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔ اسی لیے اسے کسی کل چین و آرام میسّر نہیں۔

انگلستان اور دیگر یورپی ممالک میں
سُود کے ارتقاء کا تاریخی جائزہ

مترجم: سردار اعوان

سُود کے موضوع پر انگریزی زبان میں تحریر کردہ "USURY" نامی ایک نہایت معلومات افزا کتاب حال ہی میں منظر عام پر آئی ہے۔ کتاب پر مصنف کا نام تحریر نہیں' غالبًا کسی مصلحت کے تحت اسے پردۂ خفا میں رکھا گیا ہے' لیکن کتاب فی الواقع اس قابل ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔ سود کی تاریخ اور بالخصوص موجودہ بینکنگ کے نظام کے تاریخی پس منظر پر مشتمل کتاب کے ایک باب کا ترجمہ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

قدیم یورپی معاشرت میں سُود کی مذمت

○ "سود نہ لو' تمہارا اس سے زیادہ کچھ نہیں جو تم نے دیا تھا۔ اللہ سے ڈرو' اپنے بھائیوں کا خیال کرو' اپنا پیسہ انہیں سود پر نہ دو' اور نہ اس میں سے کچھ لو جو انہوں نے (تمہارے روپیہ سے) کمایا"۔

○ "سود پر قرض نہ دو۔ روپیہ کا سود' کھانے پینے کی چیزوں کا سود یا کسی بھی ادھار پر دی ہوئی چیز کا سود (سب سے اجتناب کرو)"۔

○ "جو شخص نہ تو کوئی چیز سود پر دیتا ہے اور نہ ہی (اس چیز کے) منافع میں سے کچھ لیتا ہے' وہی انصاف پر ہے"۔

عتیقی عہد کی تورات (Old Testament) کی تین کتابوں Ezkiel' Deuteronomy اور Leviticus کے اقتباسات کا مفہوم پیش کیا گیا ہے۔ اس مفہوم کے کئی مزید اقتباسات بھی لائے جاسکتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قانونی اور اخلاقی طور پر قدیم یورپی معاشرت کے اندر سود کی حرمت دور تک سرایت کئے ہوئے تھی۔ عیسائیوں میں پہلے سختی سے سود پر پابندی عائد تھی۔ مثال کے طور پر سینٹ آگسٹین کے نزدیک اصل پر کسی بھی قسم کا اضافہ سود تھا اور اسے خیرات کے طور پر دینا بھی جائز

نہیں تھا۔ ان کے بعد سینٹ تھامس اکیناس نے بڑی تن دہی اور صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے چودھویں صدی تک اسی پر عمل جاری رکھا۔

قدیم دور میں ارسطو نے دو ٹوک الفاظ میں سود کی مذمت کی۔ ان کا کہنا تھا کہ تجارت میں سود کی ملاوٹ انتہائی غیر فطری اور قابلِ نفرت جرم ہے۔ اس طرح نہ صرف نظامِ قدرت متاثر ہوتا ہے بلکہ خود روپیہ کا ناجائز استعمال ہوتا ہے، کیونکہ روپیہ صرف بطور زرِمبادلہ کام میں لایا جا سکتا ہے نہ کہ اس پر سود لے کر اسے روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا جائے، لہٰذا سود سے روپیہ کا بڑھنا قطعی غیر فطری عمل ہے۔ ان کے بعد افلاطون نے اپنا یہ مشاہدہ ظاہر کیا کہ سود نے ایک کے خلاف دوسرا طبقہ پیدا کر دیا ہے، جو اس قوم کی تباہی کا سبب ہو گا۔ یہی نظریہ رومن فلاسفہ سسرو، کیٹو اور سینکا کا تھا۔ گویا یورپی تہذیب کے دونوں اہم سلسلے ——— یہودی، عیسائی اور یونانی، رومن فلاسفہ ——— اس مسئلہ پر ہم خیال تھے اور معاشرے کے مذہبی اور غیر مذہبی طبقات بیک آواز سود کے خلاف تھے۔

ایسے لوگ بھی تھے اور اب تو بکثرت ہیں، جنہوں نے اسے فرسودگی، سادہ لوحی اور معاشیات سے عدمِ واقفیت پر محمول کیا اور کرتے ہیں، مگر یہ محض ہٹ دھرمی اور مسائل کے عقلی حل سے پہلو تہی ہے۔ ورنہ یہ حقیقت ہے کہ سود پر پابندی قدیم عہد سے جاری رہی ہے اور یہ اس بنیاد پر تھی کہ سود قانونِ قدرت کے خلاف ہے، جس کا لازمی نتیجہ عدمِ توازن اور انتشار ہے۔ معاشی سہولت اور عالمی تجارت کی اہمیت اپنی جگہ، مگر اس کے لئے اخلاق اور نظریات کی قربانی نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے عوام کے بہترین مفاد میں تھا کہ تجارتی کاروبار میں درپیش مشکلات کا غیر فطری حل تلاش نہ کیا جائے۔

یہود کے ہاں سُود خوری کا مشروط جواز

اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے سرے سے سود کا وجود ہی نہ تھا۔ تمام پابندیوں کے باوجود ایسے لوگ بھی تھے جو سود لیتے۔ مثلاً یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ان کی الہامی کتب میں سود خوری کی اجازت ہے، گو یہ اجازت بھی سود کی حقیقت جاننے کے لئے اپنی جگہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔ تورات کی ایک کتاب Deuteronomy باب ۲۳، حصہ ۲۰ کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

"غیر یہودی کو سود پر قرض دے سکتے ہو، لیکن اپنے یہودی کو سود پر قرض نہ دو"۔

"غیر یہودی" سے مراد وہ دشمن لیتے ہیں اور دشمنوں کے مقابلہ میں یہود کو طاقت فراہم کرنے کے لئے سود کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں ‘تاکہ جو ضرورت مند انسان بھی سود کے چنگل میں پھنس جائے وہ ہمیشہ کے لئے زیر دست ہو کر رہے۔

عیسائیوں کے بڑے بڑے شہروں میں یہودی آبادیاں قدیم زمانے سے سودی لین دین کا مرکز رہیں۔ یہ معاملہ ازمنہ وسطیٰ تک جاری رہا۔ تاہم یہ کام حکومت کی کڑی نگرانی میں ہوتا اور حکام صرف اسی صورت میں اس کی اجازت دیتے جب یہ اطمینان ہوتا کہ بعض لوگوں کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس سے مدد مل رہی ہے۔ اس حالت میں بھی سود پر قرضے دے کر کئی لوگوں نے بے پناہ دولت اکٹھی کرلی‘ جس کی نمایاں مثال ناروچ کے مسٹر سائمن تھے۔ تیرہویں صدی میں ایک وقت ایسا بھی تھا کہ انگلینڈ کی محصولات سے آمدن کا نصف صرف یہودیوں سے حاصل ہوتا۔ حالانکہ آبادی کے لحاظ سے وہ ۵ فیصد سے زائد نہ تھے۔ البتہ اس دولت کے باوجود ان کے لئے طاقت حاصل کرنا ممکن نہ تھا‘ کیونکہ ملک سے ان کی مسلسل بے دخلی جاری رہتی ‘ یہاں تک کہ چودہویں صدی میں انہیں پوری طرح نکال باہر کر دیا گیا اور ۳۵۰ سال تک واپس داخلہ پر پابندی لگا دی گئی۔

ازمنہ وسطیٰ میں سُودی لین دین کی کراہت

اس طرح کا چھوٹے پیمانے پر سودی کاروبار ازمنہ وسطیٰ تک موجود تھا۔ غریب قسم کے لوگ فصل خراب ہونے یا کسی اور مصیبت کی صورت میں اپنی روزہ مرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ادھار لینے پر مجبور ہوتے تو بے ضمیر قسم کے ساہو کار ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے۔ سود کا معاملہ اکثر خفیہ رکھا جاتا‘ کیونکہ اس کا علم ہونے سے سود خور کو بھاری جرمانہ ادا کرنا پڑتا اور سماجی طور پر وہ اچھوت بن کر رہ جاتا۔ ان سے ہٹ کر معاشرہ کا اعلیٰ طبقہ بھی بعض اوقات یہ گناہ کما لیتا۔ شاہی خاندان کے افراد کسی بڑی فوجی مہم کے موقع پر عموماً سود پر رقوم فراہم کرتے۔ یہ قرض زیادہ تر اٹلی اور دیگر بیرونی ممالک سے حاصل کیا جاتا اور عام پابندی سے بچ بچا کر ٹیکس وصول کر کے واپس کیا جاتا۔

تحریکِ احیاءُ العلوم کے دُور رس نتائج

بہرحال بحیثیتِ مجموعی مالی اور سماجی لین دین سود سے بالکل پاک تھا‘ اسے نہایت گھناؤنا فعل تصور کیا جاتا جس کی وجہ سے اس کا جڑ پکڑنا یا پلنا بڑھنا ممکن نہ تھا۔ یورپ

میں جب تک حالات تبدیل نہیں ہوئے یہ اندازِ فکر قائم رہا۔ البتہ پندرہویں صدی میں اٹلی میں "احیاء العلوم" کی تحریک شروع ہوئی جس سے روایتی طرزِ زندگی کمزور پڑنے لگا، جو بالآخر ۳۱ر اکتوبر ۱۵۱۷ء کو اپنے عروج پر جا پہنچی جب مارٹن لوتھر نے وٹنبرگ میں اپنے ۹۵ عدد مقالات چرچ کے دروازہ پر آویزاں کر دیئے۔ یوں اصلاحی عمل شروع ہو گیا۔ رومن اختیارات کے خلاف اس محاذ آرائی کا مقصد ایک بدعنوان ادارہ کی اصلاح کرنا تھا، مگر نتائج کے اعتبار سے یہ عمل کہیں دُور رس ثابت ہوا۔ مغرب میں اس سے عیسائی اتحاد کو جس قدر نقصان پہنچا وہ کوئی حملہ آور فوج بھی نہ کر پاتی۔ اصلاً پیش نظر یہ تھا کہ پاپائیت کی اجارہ داری ختم ہو اور اللہ اور بندے کے درمیان کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے، مگر ہوا یہ کہ مادر پدر آزادی کے لئے راستہ کھل گیا۔ روم کی گرفت ڈھیلی ہونے سے جب چرچ سے رشتہ منقطع ہوا اور اس سے تہذیبی اور اخلاقی اقدار ہی بدل گئیں تو سود پر پابندی کا بھی کوئی جواز باقی نہ رہا۔ البتہ کیتھولک چرچ نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات سے بُرا بھلا جیسا بھی تھا رشتہ برقرار رکھا۔ صرف پروٹسٹنٹ نے اصلاحی عمل جاری رکھتے ہوئے آزاد روش اپنائی اور سابقہ رویہ کے برعکس سود کو بھی چھوٹ دے دی۔

تورات کے احکام میں کالوِن کی تحریف

اخلاقیات کے ایک معلم کالون (CALVIN) نے اس میں نمایاں کردار ادا کیا، جس نے تنگ نظری اور غیر حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سودی معاملات روایات اور مذہب سے الگ کر کے دیگر مسائل کے ساتھ نتھی کر دیئے اور انسانی معاشرہ کو درپیش ان تمام مسائل کا حل نئے حالات کی روشنی میں تلاش کرنے کی راہ سُجھائی۔ اس نے بڑے تکبر سے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور تورات میں سود سے متعلق تمام جملے حذف کر کے سابقہ قوانین منسوخ کر دیئے۔ اس نے سرمایہ پر سود کو زمین کے کرایہ کے مترادف قرار دیا۔ اس طرح جو سیلاب اب تک رکا ہوا تھا اس کا بند کھل گیا اور آج پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آ چکی ہے۔ صدیوں سے جو معاملہ غیر قانونی حرکت سمجھا جاتا تھا اسے ایک شخصِ واحد نے قانونی درجہ دے دیا۔ گو اس کے ساتھ سخت قسم کی پابندیوں کے علاوہ سود کی مناسب شرح رکھی گئی، مگر عملاً یہ پابندیاں بے معنی ثابت ہوئیں۔ کالون کی اس حرکت کے نتیجہ میں ساہوکار کے لئے سود لینے کا مذہبی اور اخلاقی جواز فراہم ہو گیا تھا اور سوال یہ نہیں رہا تھا کہ سود لینا جائز ہے یا نہیں، بلکہ صرف یہ کہ کتنا سود لینا جائز ہے!

ہنری ہشتم کا غیر معقول طرزِ عمل

آیئے اب اس معاملہ کا ایک اور پہلو دیکھئے۔ ہنری ہشتم نے اپنی بیوی کی ایک خادمہ، جس کا نام این بولین (Anne Boleyn) تھا، کے ساتھ گہرے تعلقات پیدا کر لئے تھے اور اس سے شادی کرنا چاہتا تھا، مگر پوپ نے اس کی پہلی شادی منسوخ کرنے سے انکار کر دیا، کیونکہ ہنری کی بیوی کیتھرائن شہنشاہ چارلس پنجم کی چھوٹی بیٹی تھی، جس کی ناراضگی مول لینا آسان نہ تھا۔ شریعت کے قانون میں اور کوئی راستہ نہ تھا۔ ہنری کو جوانی میں پوپ سے قرب حاصل رہا تھا اور مارٹن لوتھر کی نفی کرنے پر "مذہب کا دفاع کرنے والا" (Defender of the Faith) کا خطاب ملا تھا۔ اس سے شہہ پا کر اس نے بھی مارٹن لوتھر کی طرح روم سے علیحدگی اور انگلستان کے چرچ کے سربراہ ہونے کا اعلان کر دیا، جب کہ نہ تو پارسائی میں اس کا کوئی حصہ تھا اور نہ ہی صورتِ حال سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے سوا کوئی مقصد اس کے سامنے تھا۔ مزید بر آں شادی سے متعلق اپنے اختیارات کے استعمال پر رسوائی اس کا مقدر بنی۔ اس کے مقابلہ میں اس کا ایک کم تر مگر تاریخی اعتبار سے بہت اہم قدم یہ تھا کہ کالون کی پیروی میں اس نے شہر کے ساہوکاروں سے ۱۰ فیصد سالانہ سود پر قرض حاصل کئے۔ یہ شرح کالون کی مقرر کردہ شرح کے لحاظ سے آخری درجہ کی تھی۔ اس سے بھی بدتر یہ کہ اس کے اس اقدام سے انگلینڈ میں سود کو مذہبی اور شاہی دونوں اعتبارات سے کھلی چھوٹ مل گئی۔

سُود کی ترویج کے خلاف ناکام ردِ عمل

یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہو گا کہ ایسا نہیں تھا کہ یہ سب کچھ بغیر کسی مخالفت کے ہوتا رہا ہو۔ پوری ایک صدی تیز و تند بحث مباحثے جاری رہے، لاتعداد رسالے اور پمفلٹ تحریر ہوئے، وعظ اور تقریریں ہوئیں۔ ایک پادری نے غصہ سے تلملاتے ہوئے کہا کہ "پندرہ صدیوں سے چرچ کا ایک متفقہ فیصلہ ہے۔ اس سنہری دور سے قبل بیچارہ چرچ اتنا کمزور تھا کہ سود کے لئے اسے کوئی جواز نہ مل سکا۔" فرانس کے بودن (Bodin) نے جو کوئی پادری نہیں، بلکہ ایک ماہر معاشیات تھے، کالون کو رد کرتے ہوئے یہ کہہ کر تہذیبی ورثہ کی وکالت کی کہ جو لوگ اس بنا پر سود کو مذہبی جواز فراہم کرتے ہیں کہ ۴ یا ۵ فیصد سود لینا غیر مناسب نہیں، کیونکہ قرض لینے والے کو بھی اتنا فائدہ ہو رہتا ہے جتنا وہ قرض دینے والے کو ادا کرتا ہے، وہ اللہ کا قانون توڑنے والے ہیں۔ اللہ نے سُود کو قطعاً

حرام کیا ہے اور یہ قانون ناقابلِ تنسیخ ہے۔

لیکن تبدیلی اس تیزی سے آئی کہ اس کا راستہ روکنا کسی کے بس میں نہ رہا۔ اس کا موازنہ آج کے دور کے جوہری پروگراموں سے متعلق بحث مباحثہ سے کیا جا سکتا ہے جو ساری معقولیت کے باوجود ہتھیاروں کی تیاری اور فراہمی پر اثر انداز نہیں ہو پاتا، کیونکہ جن لوگوں کے ہاتھ میں فیصلہ کرنے کی طاقت ہوتی ہے وہاں تک عوام کو رسائی نہیں ہوتی۔ سود کے فروغ میں بھی یہی معاملہ ہوا۔ سیاسی قوت کا سرچشمہ تبدیل ہو کر اخلاقیات کے وارثوں کی پہنچ سے دور ہو گیا اور چرچ والوں نے بھی مضحکہ خیز رویہ اپنانے کی بجائے بالآخر حالات سے سمجھوتہ کرنے میں عافیت جانی۔ چرچ آف انگلینڈ کی حکمتِ عملی ویسے بھی ہمیشہ "جیسا دیس ویسا بھیس" کی رہی تھی، لہٰذا انہیں کاروباری تقاضوں کی موافقت میں تاویلات پیش کرنے میں دیر نہ لگی۔ اب مسئلہ صرف شرحِ سود کا تھا کہ یہ ظالمانہ اور لوٹ کھسوٹ کے درجہ میں نہ ہو، جس کا ٹھیک سے تعین کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ عملاً اس کا اختیار تاجروں کے پاس آگیا تھا۔ گویا پہلے کاروبار اخلاقی قانون کے تحت تھا، اب کاروبار کے ذریعہ اخلاقی قانون طے پانے لگا۔

ہنری کی بڑی بیٹی میری (Mary) کی تخت نشینی سے وقتی طور پر ٹیوڈر عہد کی مادہ پرستی میں کمی واقع ہوئی، گو بعد میں یہ کمی پوری ہو کر پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ میری کی ماں اراگن کی کیتھرائین کیتھولک عقیدہ شہنشاہ چارلس پنجم کی بیٹی تھی۔ خود میری کی شادی جنونی کیتھولک، سپین کے بادشاہ فلپ سے ہوئی تھی۔ اس پس منظر کی بنا پر اس نے اپنے باپ کے دور کی نفی کرنے میں انتہائی سخت ردِ عمل کا مظاہرہ کیا، جس سے خوف و ہراس پھیل گیا۔ اس نے عدالتی تحقیقات کروائیں اور ان لوگوں کو زندہ جلایا گیا جنہوں نے روم سے علیحدگی میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ مگر جونہی میری کا یہ قدرے مختصر دور ختم ہوا اور اس کی سوتیلی بہن الزبتھ تخت نشین ہوئی تو اس ردِ عمل کا ردِ عمل ہوا اور پھر سے پروٹسٹنٹ عقیدہ کو تقویت حاصل ہو گئی، جس سے مادہ پرستوں اور تاجروں نے پہلے سے زیادہ اثر و رسوخ قائم کر لیا۔

سود کی ترویج کے یورپی معاشرت پر اثرات

اس مرحلہ پر مختصراً ایک نظر دیکھتے ہیں کہ انگریز قوم کی زندگی پر سود کی چھوٹ اور قرضوں میں آسانی سے کیا اثرات مرتب ہو رہے تھے۔ انگلینڈ میں ہمیشہ سے لوگوں کا ذریعہ روزگار کھیتی باڑی کرنا تھا۔ نارمنز (Normans) کے جاگیرداری نظام کے کئی زیادہ سخت پہلو

چھوڑ کر' جو جاری نہیں رہے' صدیوں سے صورت حال جوں کی توں تھی۔ بڑے بڑے زمیندار گھرانوں کے پاس وسیع علاقے تھے' جو عموماً حلقوں اور حویلیوں پر مشتمل تھے اور دیہاتی زندگی کے سارے لوازمات موجود تھے۔ کھلے میدانوں میں لمبے لمبے ٹکڑوں پر کاشت ہوتی۔ چھوٹے کاشت کاروں نے' جن کے پاس اپنی زمین نہیں تھی یا کم تھی' مستقلاً پٹہ پر زمین لے رکھی تھی۔ اکثریت کاپی ہولڈروں کی تھی' جنہیں کاشت پر زمین ملی ہوئی تھی۔ وہ پیداوار سے جاگیردار کا حصہ ادا کرنے کے علاوہ اس کے لئے چند ایک مخصوص خدمات بھی سرانجام دیتے۔ زیر کاشت اراضی کے ساتھ مشترکہ زمینیں بھی تھیں' جہاں سب لوگوں کو حسبِ ضرورت اپنے مویشی چرانے کی اجازت تھی۔

ٹیوڈر کے آنے سے یہ نقشہ تبدیل ہونا شروع ہوا۔ ہنری ہفتم چاہتا تھا کہ ساری طاقت ایک مرکز کے تحت ہو اور ملک کے تمام حصے اس کی براہ راست حکمرانی میں ہوں۔ اس مقصد کے لئے تاجر طبقہ کو شہروں کے ساتھ ساتھ جاگیرداری میں آنے کی ترغیب دلائی گئی تاکہ وہ اجارہ داری ختم ہو جو اب تک بڑے بڑے زمیندار خاندانوں کو حاصل تھی۔ ہنری ہشتم نے اس میں مزید اضافہ اس طرح کیا کہ چرچ کی زمینیں واپس لے کر فروخت کر دیں' جس سے خانقاہی نظام کے استحکام کے بجائے نئے جاگیردار طبقہ میں اضافہ ہوا۔ دوسری طرف جاگیرداروں کی حوصلہ افزائی کی گئی کہ وہ اپنی جاگیروں سے باہر لندن میں شاہی دربار کی تقریبات میں حصہ لیں۔ دیہی زندگی کی نسبت لندن کے بہتر ماحول اور شاہی دربار کی فضول خرچیوں کے باعث روپیہ کی طلب بڑھی تو قرض لینے کی ضرورت پیدا ہوئی۔ سود پر قرض لینا اب کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ کوئی بھی ساہوکار جاگیر کے کاغذات لے کر ان امراء کو قرض فراہم کر دیتا اس طرح سے کئی جاگیریں قرض کے بوجھ تلے آ گئیں۔ جب کوئی جاگیردار قرض ادا کرنے سے قاصر رہتا تو اس کی جاگیر معاہدہ کی رُو سے سود خور تاجر کی ملکیت ہو جاتی۔

اب تک دولت اور طاقت کا اصل مرکز روایتی جاگیردار تھے۔ روپیہ عام ہوا تو تاجر طبقہ بھی اس میں شامل ہو گیا۔ جہاں موقع ملتا زمین خرید لیتے یا قرض کے عوض ملکیت حاصل کر لیتے۔ اس کے علاوہ حکومت نے سرکاری زمینیں عطیہ میں دے دیں' مگر ان نئے جاگیرداروں کو جاگیروں یا ان کے لوازمات سے چنداں دلچسپی نہ تھی۔ ان کے پیشِ نظر زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کر کے روپیہ کمانا تھا۔ ادھر پرانے جاگیرداروں کو بھی قرضوں کی واپسی کے لئے زیادہ پیداوار حاصل کرنا ضروری ہو گیا' ورنہ انہیں اپنی زمین

سے ہاتھ دھونا پڑتے' جب کہ کاشت کاری کے روایتی طور طریقے نئے ابھرنے والے یہ تقاضے پورے نہیں کر رہے تھے' لہٰذا پیداوار میں اضافہ کے لئے کھلے میدانوں کی جگہ زمینوں کی "حد بندی" کر کے کاشت کرنا ضروری ہو گیا۔ اس رجحان سے لوگوں کا طرز زندگی بھی بدلا۔ چنانچہ کھلی زمینوں کو تقسیم کر کے ان کے گرد باڑ لگا کر یا دیواریں اور پشتے تعمیر کر کے حدیں قائم کر لی گئیں۔ اکثر جگہوں پر مشترکہ اراضی کا بھی یہی حشر ہوا۔

معاشرہ کا غریب طبقہ وہ کاپی ہولڈر تھے جو تعداد کے لحاظ سے اکثریت میں تھے' مگر ان کی گذر اوقات بٹائی پر لی گئی زمینوں پر کاشت اور مشترکہ زمینوں پر مویشی پالنے پر تھی۔ ان کے لئے اراضی کی نئی حد بندی تباہ کن ثابت ہوئی۔ ان زمینوں پر ان کا کوئی قانونی حق نہ تھا اور سارا سلسلہ باہمی رضا مندی سے ہو رہا تھا۔ لہٰذا یہ لوگ گاؤں چھوڑ کر قصبوں اور شہروں کا رخ کرنے پر مجبور ہو گئے' جہاں صنعتی انقلاب کی ابتداء کے لئے ان "قیدی مزدوروں" کی ایک کھیپ تیار تھی۔ اسی طرح چھوٹے زمینداروں کو بھی اپنی زمینوں سے بے دخل ہونا پڑا کیونکہ حد بندی کے اخراجات برداشت کرنا ان کے بس سے باہر تھا۔ جو لوگ وہیں رکے رہے انہیں بھی اپنی زمینیں چھوڑ کر مزارع کی حیثیت سے کاشتکاری کرنا پڑی' کیونکہ بہت تھوڑے زمیندار ایسے تھے جو اپنے طور پر حد بندی کے اخراجات پورے کر پائے۔ اس دوران میں ساہوکاروں نے خوب ہاتھ رنگے جو زمین کی ترقی کے لئے رقم قرض دے کر آخر میں زمین کے مالک بن جاتے۔ قرض کے روپیہ سے کاشتکاری کے طور طریقے اور دیہی زندگی کا نقشہ ہی تلپٹ نہیں ہوا' لوگوں کی خاصی بڑی تعداد کو بے روزگاری کے جہنم میں دھکیل کر ساری دولت چند سرمایہ داروں کو سمیٹنے کا موقع ملا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ سودی قرضوں سے ترقی اور پیداوار میں اضافہ کا نتیجہ معاشی اور سماجی سطح پر ایسی دُور رس اور ناقابل واپسی تبدیلیوں کی صورت میں نکلتا ہے کہ ساری دولت کا رخ امراء کی طرف ہو جائے اور غریب اور کمزور عوام مشکلات میں آگے ہی آگے دھنستے چلے جائیں۔

اس کے بعد واپس اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ تاجروں اور سرمایہ داروں کو ٹیوڈر عہد میں جو اثر و رسوخ حاصل ہو چکا تھا اس ضمن میں ملکہ الزبتھ کا دور ان کے لئے بہترین ثابت ہوا۔ البتہ کاپی ہولڈر اپنی زمینوں سے بے دخلی کے سبب سخت مایوسی کا شکار تھے۔ روایتی جاگیرداروں کی جگہ ٹیوڈر عہد میں تاجر طبقہ کو جو طاقت حاصل ہوئی تھی اس

کی بنیاد ان کا روپیہ تھا جو اب تمام پابندیوں سے آزاد خود بخود بڑھتے رہنے کی راہ پر گامزن تھا۔

قدیم روایات اور جدید نظریات کا تصادم

الزبتھ کے بعد اس کے رشتہ کے ایک بھائی سکاٹ لینڈ کے بادشاہ جیمز اسٹوارٹ نے تخت سنبھالا' اس کے بعد اس کا بیٹا چارلس تخت نشین ہوا۔ دونوں باپ بیٹا کا کیتھولک عقیدہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لہٰذا حسبِ سابق "اصلاحی عمل" جاری رہا۔ بادشاہت کا مشہور و معروف "خدائی حق" (Divine Right) صرف بادشاہت کی شان و شوکت اور نمود و نمائش تک محدود نہ تھا' بلکہ تہذیبی و اخلاقی اقدار کی پرورش بھی اسی کا حصّہ تھی۔ مگر پروٹسٹنٹ کے انتہا پسندانہ عقائد پر وجود میں آنے والا مذہب سے آزاد کاروباری طبقہ ان روایات کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ گو پارلیمنٹ میں تاجر برادری کو اکثریت حاصل تھی' پھر بھی اپنی گرفت مضبوط رکھنے میں ان عناصر کی مخالفت کا سامنا تھا جو پرانے طرز زندگی کے خواہاں تھے۔ یہ کشمکش بالآخر ملک میں خانہ جنگی پر منتج ہوئی اور سود کے بارے میں افلاطون کا یہ کہنا صحیح ثابت ہوا کہ "اس سے معاشرہ تقسیم ہو کر باہم دست و گریبان ہو جاتا ہے"۔

پیورٹن انقلاب اور اس سے پیدا شدہ صورتحال

چارلس اوّل کو جب پھانسی دی گئی تو ایک تاریخی ریلے کی شکل میں طاقت فیصلہ کن طور پر نئے ہاتھوں میں آ گئی اور نئے نظام کی بنیاد پڑی۔ پیورٹن (Puritan) انقلاب نے پرانے سارے طور طریقے ختم کر دیئے۔ مذہبی اقدار کے لئے اگر کوئی سیاسی اور قانونی سرپرستی موجود تھی تو وہ بھی جاتی رہی اور پوری طرح سیکولر ریاست کا نظام عمل میں آ گیا۔ اخلاقی تعلیمات' جن کی جڑ بنیاد الہامی کتب تھیں' وقت کی ضرورت اور پسند کے مطابق فلاسفہ اور قانون سازوں کا موضوع قرار پائیں۔ حکومت کی اصل توجہ کا مرکز تاجر اور ان کا روپیہ پیسہ ہو گیا۔ ملک میں خانہ جنگی کے علاوہ بدنام زمانہ آئیرش مہمات اور ولندیزیوں کے خلاف جنگی کارروائیاں ہو رہی تھیں' جن پر اٹھنے والے اخراجات پورے کرنے کے لئے کرام ویل کو مجبوراً سرمایہ داروں سے روپیہ کی مدد لینا پڑی' جن میں ولندیزی تاجر بھی شامل تھے۔ اس سے سرمایہ دارانہ ذہنیت کا یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ

جنگ کہیں بھی ہو' سرمایہ دار صرف پیسہ کے لئے سوچتا ہے۔ ولندیزیوں کے خلاف یہ جنگ پہلی جنگ تھی جو خالص تجارتی مقاصد حاصل کرنے کے لئے لڑی گئی۔

بنکاری کے موجودہ نظام کا ارتقاء

بنکاری کا وہ نظام جو آج تک مسلط ہے موجودہ شکل میں اسی زمانہ میں شروع ہوا' جس سے سود کو ایک مسلمہ اور باوقار کاروبار کا درجہ حاصل ہوا۔ چند سال بعد ارل آف کلارینڈن (Earl of Clarendon) نے اس پر یہ تبصرہ کیا: "بنکار ایک قبیلہ کی شکل میں کرام ویل کے دورِ حکومت میں ابھر کر اب پوری طرح چھا گیا ہے اور انہوں نے روایتی سناروں کی جگہ روپیہ کا سارا کاروبار ہاتھ میں لے کر وہ مسائل پیدا کر دیئے ہیں جن کا ذکر کبھی سننے میں نہ آیا تھا"۔

تین بڑے اجزاء' جو ایک ساتھ جدید بنکاری کا اہم حصہ ہیں اور ہر جزو سود پر مبنی ہے' یہ ہیں: (۱) غیر ملکی زر مبادلہ (۲) قرضے (۳) جمع رقوم۔ یہ تینوں امور پہلے بھی کم و بیش موجود تھے مگر اس طرح یک جانہ تھے۔ جدید بنکاری کی اہمیت کے پیش نظر اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ غیر ملکی زرِ مبادلہ: بین الاقوامی تجارت میں بیرونِ ملک ادائیگی کے لئے پہلے ایک طرح کے تبادلہ بل (Exchange Bill) کام میں لائے جاتے تھے' کیونکہ ہر دفعہ سونا اور چاندی ساتھ اٹھائے پھرنا آسان نہیں تھا۔ اس کی سادہ ترین شکل یہ تھی کہ مال خریدنے والا' مال فروخت کرنے والے کے نام ایک خط دیتا جس کے تحت مال کی قیمت اس ملک میں موجود نمائندہ ادا کر دیتا۔ اس طرح جو بھی مال خریدا جاتا اس کی قیمت اسی ملک کی کرنسی میں ادا ہو جاتی۔ البتہ اس خط یا تبادلہ بل میں رقم ادا کرنے کے لئے کچھ مہلت رکھی جاتی تاکہ اس دوران میں روپیہ بھجوانے کا عمل مکمل ہو جائے۔ اس کی وجہ سے جو تاجر فوری طور پر اپنا روپیہ وصول کرنا چاہتے وہ یہ بل کسی دوسرے تاجر کو کم قیمت پر' نقد رقم لے کر' فروخت کر دیتے۔ مالیت کی یہ کمی کٹوتی یا کمیشن کہلاتی۔ اس سے بعض تاجر مقررہ تاریخ کو بل کی رقم وصول کر کے بیٹھے بٹھائے پیسہ کما لیتے۔ جیسے جیسے تجارت میں اضافہ ہوتا گیا تبادلہ بلوں کا کام اچھا خاصا کاروبار بن گیا۔ مال کی تجارت کی نسبت تاجروں کے لئے اس میں کشش زیادہ تھی۔ یہ سیدھا سادھا سود تھا' جسے بنکوں نے

ہتھیا لیا۔

۲۔ قرضے: اس میں گویا تین فریق ہوتے ــــ ۱) قرض دینے والا، ۲) قرض لینے والا اور ۳) وثیقہ نویس، جو قرض کی شرائط تجویز کرتا ہے۔ اس کا ذکر پہلے کلارینڈن کے ضمن میں آچکا ہے۔ چونکہ قرض کے لین دین میں تحریر کی اہمیت سب سے زیادہ تھی لہٰذا ایک پیشہ ور گروہ نے قانونی دستاویزات تحریر کرنے میں اجارہ داری قائم کرلی تھی۔ انہیں قرض دینے اور لینے والے دونوں کا علم رہتا، اس سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے انہوں نے تحریر کے کام سے آگے بڑھ کر بطور دلال کام شروع کردیا جس سے اچھی خاصی رقم بطور فیس بھی کما لیتے۔ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے یہ خود ہی قرض پر رقم دینے لگے۔ یہ وثیقہ نویس ساہو کار سے سود پر روپیہ حاصل کرتے اور یہی روپیہ زیادہ شرحِ سود پر آگے دے کر اضافی رقم اپنی جیب میں ڈالتے۔ یہ کاروبار بالکل جدید بنکاری کی شکل اختیار کرچکا تھا کہ بنکوں نے اس پر قبضہ جما لیا۔

۳۔ جمع رقوم: یہ کام اکثر سنار پیشہ طبقہ کیا کرتا، جن کے پاس سونے اور دوسری قیمتی اشیاء کا کاروبار تھا، جس کے لئے ان کے پاس محافظ خانے ہوتے۔ لہٰذا عام لوگ بھی اپنا وافر سونا، چاندی اور قیمتی اشیاء سناروں کے ہاں بغرض حفاظت رکھواتے اور اس کی رسید لے لیتے۔ کئی لوگ قرض وغیرہ کی ادائیگی کے لئے اسی رسید کو استعمال کر لیتے۔ جس شخص کو ادائیگی کرنا ہوتی اس کے نام رسید منتقل کردی جاتی یا سنار کے نام خط تحریر کروادیتے کہ ان کی جمع شدہ پونجی میں سے اتنی رقم فلاں شخص کو ادا کردی جائے۔ گویا اسے آج کل کا چیک قرار دیا جاسکتا ہے۔ سنار اس طرح کی خدمات اور جمع شدہ اشیاء کی دیکھ بھال کا کچھ معاوضہ لے لیا کرتے۔ نجی طور پر جاری ہونے والی ان پرچیوں کا استعمال نقد لین دین کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ ان کی بنیاد مروجہ سکہ یا سونا، چاندی ہی تھی۔ بعد میں جب سناروں نے محسوس کیا کہ لوگوں کی جمع کردہ پونجی کم و بیش ایک حد تک ہی رہتی ہے تو انہوں نے کاروبار کے لالچ میں اضافی پرچیاں جاری کرنا شروع کردیں۔ وہ نہ صرف اپنی ادائیگی کے لئے بلکہ جہاں موقع ملتا سود پر قرض کے لئے بھی اسی خط یا پرچی سے کام چلاتے۔ ان پرچیوں کے لئے چونکہ کوئی پونجی نہ تھی اس لئے ان کی حیثیت کاغذ کے ایک پرزہ سے زیادہ نہ تھی۔ روپیہ پھیلانے

کا یہ کاروبار بھی بنک نے اپنا لیا' جو سود تو تھا ہی جعل سازی بھی تھا۔

اس طرح یہ تینوں اجزاء اپنی اصل جگہ سے جدا کر کے سود سمیت جدید بنکاری کا حصہ بنا دیئے گئے۔ روپیہ کا اپنا ایک کاروبار وجود میں آگیا۔ اس طرح کالون نے جو گدھ چھوڑا تھا اس نے انڈے بچے دے کر گھر کر لیا تھا۔

تاجدارِ برطانیہ کی علامتی بحالی

کرام ویل نے دوسری کامیابیوں کی طرح ولندیزیوں سے لڑائی بھی جیت لی۔ وہ بطور جنرل اور سیاست دان دونوں حیثیتوں میں کامیاب تھا۔ اس کے دور کے انگلستان کی تاریخ خاصی مختلف ہوتی' مگر عوام نے جلد ہی اس سے چھٹکارا پالیا اور سکھ کا سانس لیا۔ لوگوں نے اس کے بعد پھانسی پانے والے بادشاہ ' چارلس اول ' کے بیٹے چارلس دوم کا واپس تخت برطانیہ پر خیر مقدم کیا۔ اسے غلط طور پر "بحالی" کا واقعہ کہا جاتا ہے' کیونکہ اس سے بحالی کا کوئی کام نہیں ہوا۔ حالات اس قدر تبدیل ہو چکے تھے کہ بادشاہ ضرور واپس آگیا تھا' مگر اب وہ صرف نام کا بادشاہ تھا۔ اسے علامتی سربراہی کے علاوہ کسی قسم کی حکمرانی حاصل نہ تھی۔ تمام انتظامی اختیارات پارلیمنٹ کو حاصل تھے' جس کے پسِ پردہ تاجر اور سرمایہ دار طبقہ کی طاقت تھی۔ لہٰذا پارلیمنٹ کی جانب سے اس پر سب سے پہلی قدغن یہ عائد کی گئی کہ قدیم جاگیرداری محصولات سے جو حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ تھے' بادشاہ کو دست بردار ہونا ہوگا۔ چارلس دوم عملاً پارلیمنٹ کے ایک تنخواہ دار ملازم سے زیادہ حیثیت کا حامل نہ تھا۔ اس کی بے بسی کا اندازہ اس کے معمولی رہن سہن اور ان کوششوں سے بھی کیا جاسکتا ہے جو وہ اپنی شہنشاہیت کی بحالی کے لئے درپردہ کرتا رہا مگر کامیاب نہ ہوسکا۔

مالیات کے ضمن میں "عظیم الشان انقلاب"

اس کے بعد اس کے بھائی جیمز نے شاہی تاج سر پر رکھا تو اس نے پرانے نظام کی بحالی کے لئے جدوجہد زیادہ تیز کردی' جس پر پارلیمنٹ نے فوری ردعمل کے طور پر ولیم کو ہالینڈ سے بلوا کر تخت شاہی اسے سونپ دیا۔ ولیم کی بیوی ' میری ' جیمز کی بیٹی تھی۔ ولیم کو جن شرائط پر تخت نشینی کی دعوت دی گئی تھی ان سے بادشاہت کی رہی سہی طاقت بھی

ختم ہو گئی۔ ولیم تو حقیقی معنوں میں بنکاروں کا ایک نمائندہ تھا۔ وہ ایمسٹرڈم سے ' جسے یورپ کے مالیات کے مرکز کا درجہ حاصل تھا ' ایک بنکار کو ساتھ لایا۔ دیکھا دیکھی دوسرے کئی سرمایہ دار بھی پہنچ گئے اور ایمسٹرڈم کی جگہ لندن عالمی مالیات کا مرکز بن گیا۔ اسے "عظیم الشان انقلاب" کا نام دیا گیا۔

نظریہ "معاشی مصلحت" کے تحت سود کا جواز

ولیم عہد کی تین چیزیں آنے والی نسلوں کو ورثہ میں ملیں --ا) آئرلینڈ میں بے چینی ' جو آج تک جاری ہے '---۲) مذہبی رواداری کا ایکٹ ' جس کے معانی ریاستی سطح پر مذہب کا خاتمہ اور قانونًا تمام مذاہب کی برابری کے تھے --۳) ہمیشہ سے جاری صداقت کی حکمرانی Rule of Right کے تصور کی جگہ "معاشی مصلحت" (Economic Expediency) کا نظریہ سیاسی عمل کا محور و مرکز قرار پایا۔

بینک آف انگلینڈ کا قیام

سرمایہ کاری کی راہ میں مذہب کی رو سے اگر کوئی رکاوٹ رہ گئی تھی تو اس ایکٹ سے وہ بھی دور ہو گئی۔ اسی کے تسلسل میں سرمایہ داروں کو آخری فتح بھی نصیب ہو گئی ' یعنی بنک آف انگلینڈ کا قیام جو فی الواقع سود خوروں کے لئے جیت کا دن تھا۔ اس بنک کو بلوں میں کٹوتی کرنے اور حسبِ ضرورت نوٹ چھاپنے کی حکومت کی طرف سے اجازت حاصل تھی۔ مزید برآں قومی قرضہ کا کھاتہ جاری کیا گیا ' جس سے حکومت نے بنک سے سود پر طویل المیعاد قرض لینے کی سہولت حاصل کرلی اور سود کی ادائیگی کے لئے سرکاری آمدنی کا ایک حصہ مختص کردیا گیا۔ پوری قوم ہمیشہ کے لئے مقروض ہو گئی۔ قرض دینے والوں کے خوفناک خواب سچ ثابت ہوئے اور مالی معاملات میں سود کا کردار اہمیت حاصل کرتے کرتے آج روزہ مرہ زندگی میں اس حد تک سرایت کرگیا ہے کہ اس کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ایک مقامی بنک مینیجر کا پوری سنجیدگی سے یہ کہنا ہے کہ "دنیا کی ساری چہل پہل سود کی وجہ سے ہے"۔

خلاصۂ کلام

ظاہر ہے یہاں دو صدیوں کی تفصیلات جمع کرنا ممکن نہیں تھا ' تاہم ایک مخصوص

پہلا کبیرہ :

شرکِ اکبر

زیرِ طبع کتاب 'کبائر' کے باب دوم کی فصل اوّل

مؤلف: ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور

اللہ تعالیٰ اپنی ذات[1]، صفات[2]، حقوق[3] اور اختیارات[4] میں یکتا اور تنہا ہے۔ اِن چاروں انواعِ توحید میں اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ حصّہ دار۔ لہٰذا جس کسی نے کسی بھی شکل میں جن، فرشتے نبی، رسول، ولی، بزرگ یا کسی بھی دوسری چیز کو اللہ تعالیٰ کے برابر، یا اس کا ساتھی یا اس کی صفات یا حقوق یا اختیارات میں حصہ دار سمجھ لیا تو اس نے "شرکِ اکبر" کا ارتکاب کیا۔

شرک اللہ کی ذات کو انتہائی ناپسند ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ[1]

"اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ[2]

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

مزید ارشاد ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ[3]

---

[1] سورت النساء، آیت ۴۸ [2] سورت المائدہ، آیت ۷۲ [3] سورت لقمان، آیت ۱۳

"سچی پکی بات یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو آدمی حالتِ شرک میں اس دنیا سے کوچ کر جائے وہ جہنم میں جائے گا، جنت اس پر حرام ہے اور اس کی بخشش قطعاً ناممکن ہے۔ معاملے کی اہمیت کو مزید واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر انبیاءِ کرام صلوات اللہ و سلامہٗ علیہم کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر ان برگزیدہ ہستیوں سے بھی شرک سرزد ہو جاتا (جو یقیناً محال تھا) تو ان کی ساری محنتیں ضائع ہو جاتیں اور وہ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے نظر آتے۔ چنانچہ اٹھارہ بڑے بڑے انبیاء و رسل کا تذکرہ ایک ہی مقام پر کر کے فرمایا:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○[1]

"لیکن اگر کہیں (بالفرض محال) ان پیغمبروں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔"

امام الرسل، سید الاولین و الآخرین، خاتم الانبیاء و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو، جو بجا طور پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مقام پر فائز ہیں، براہِ راست مخاطب کر کے فرمایا:

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ○[2]

"تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو یقیناً تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔"

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "تباہ کن" گناہوں کا تذکرہ فرمایا تو سب سے پہلے "شرک" ہی کا ذکر کیا۔ ارشاد ہے:

---

[1] سورت الانعام، آیت ۸۸

[2] سورت الزمر، آیت ۶۵

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ" (ثَلَاثًا) قُلْنَا: "بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" قَالَ: "اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، أَلَا وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ" وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ۔[1]

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا: "کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ نہ بتادوں؟" آپ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ ہم نے عرض کیا: "ضرور ضرور! آپؐ فرمائیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا" (یہ بات کرتے ہوئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگاتے ہوئے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور مسلسل فرمانے لگے: "خبردار ہو جاؤ اور توجہ سے سن لو، جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اتنی بار دہرائی کہ ہم دل میں تمنا کرنے لگے کہ اے کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی اختیار فرمالیں۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے گناہ اور ان میں بھی سب سے پہلے شرک کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "اَلشِّرْكُ[۱] بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ[۲] وَقَتْلُ[۳] النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ[۴] مَالِ الْيَتِيْمِ وَأَكْلُ[۵] الرِّبَا، وَالتَّوَلِّيْ[۶] يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ[۷] الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ"[2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشہادات، باب ما قیل فی شہادۃ الزور۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرہا۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی۔ صحیح مسلم کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرہا۔

"سات تباہ کن اور ہلاکت خیز گناہوں سے بچو۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وہ کون کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، جس جان کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جنگ سے فرار ہونا، اور پاک دامن سیدھی سادھی اور مومن خواتین پر زنا کا الزام لگانا۔"

اِن بڑے بڑے اور تباہ کن گناہوں میں سب سے زیادہ خطرناک شرک ہے جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

"اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاالْکَبَائِرُ؟ قَالَ: ھُنَّ سَبْعٌ، اَعْظَمُھُنَّ اِشْرَاکٌ بِاللّٰہِ وَقَتْلُ النَّفْسِ بِغَیْرِحَقٍ .... الی آخر الحدیث"[۱]

ایک صحابیؓ نے دریافت کیا: یارسول اللہ کبائر کون کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ سات ہیں، اُن میں سب سے بڑا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے، اور کسی جان کو ناحق قتل کرنا۔"

شرک کے خطرناک ہونے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ مشرک کے لیے جنّت حرام ہے اور اس کی بخشش کا دروازہ بند ہے۔ (اس ضمن میں سورت المائدہ آیت ۷۲ اور سورت النساء آیت ۴۸ کے حوالے گزر چکے ہیں۔) جبکہ دوسرے گناہوں کے مرتکب اپنی اپنی سزا پانے کے بعد بالآخر بخشش کے امیدوار ہوں گے اور ان کے لیے جنّت میں داخلہ کا امکان ہے۔ کتاب وسنّت کی روشنی میں جماعت اہل سنّت کا یہی متفقہ عقیدہ ہے۔

انواعِ توحید کی طرح شرک کی بھی چار قسمیں ہیں: ذات میں شرک، صفات میں شرک، اختیارات میں شرک اور حقوق میں شرک۔ اِن چاروں قسموں کی تفصیل سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کی ہے۔

"ذات میں شرک یہ ہے کہ جوہرِ الوہیت میں کسی کو حصّہ دار قرار دیا جائے۔ مثلاً نصاریٰ کا عقیدہ تثلیث، مشرکینِ عرب کا فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا، اور دوسرے مشرکین کا اپنے دیوتاؤں اور دیویوں کو اور اپنے شاہی خاندانوں کو جنسِ آلہہ کے افراد قرار دینا۔ یہ سب شرک فی الذات ہیں۔

---

[۱] سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب ذکر الکبائر۔

صفات میں شرک یہ ہے کہ خدائی صفات جیسی کہ وہ خدا کے لیے ہیں، ویسا ہی انہیں یا ان میں سے کسی صفت کو کسی دوسرے کے لیے قرار دینا۔ مثلاً کسی کے متعلق یہ سمجھنا کہ اس پر غیب کی ساری حقیقتیں روشن ہیں، یا وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے، یا وہ تمام نقائص اور تمام کمزوریوں سے منزّہ اور بالکل بے خطا ہے۔

اختیارات میں شرک یہ ہے کہ خدا ہونے کی حیثیت سے جو اختیارات صرف اللہ کے لیے خاص ہیں اُن کو یا اُن میں سے کسی کو اللہ کے سوا کسی اور کے لیے تسلیم کیا جائے۔ مثلاً فوق الفطری طریقے سے نفع و ضرر پہنچانا، حاجت روائی و دستگیری کرنا، محافظت و نگہبانی کرنا، دعائیں سننا اور قسمتوں کو بنانا اور بگاڑنا۔ نیز حرام و حلال اور جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرنا اور انسانی زندگی کے لیے قانون و شرع تجویز کرنا۔ یہ سب خداوندی کے مخصوص اختیارات ہیں جن میں سے کسی کو غیر اللہ کے لیے تسلیم کرنا شرک ہے۔

حقوق میں شرک یہ ہے کہ خدا ہونے کی حیثیت سے بندوں پر خدا کے جو مخصوص حقوق ہیں وہ یا ان میں سے کوئی حق خدا کے سوا کسی اور کے لیے مانا جائے۔ مثلاً رکوع و سجود، دست بستہ قیام، سلامی و آستانہ بوسی، شکرِ نعمت یا اعترافِ برتری کے لیے نذر و نیاز اور قربانی، قضائے حاجات اور رفعِ مشکلات کے لیے منّت، مصائب و مشکلات میں مدد کے لیے پکارا جانا، اور ایسی ہی پرستش و تعظیم و تمجید کی دوسری تمام صورتیں اللہ کے مخصوص حقوق میں سے ہیں۔ اسی طرح ایسا محبوب ہونا کہ اس کی محبت پر دوسری سب محبتیں قربان کی جائیں، اور ایسا مستحقِ تقویٰ و خشیت ہونا کہ غیب و شہادت میں اس کی ناراضی اور اس کے حکم کی خلاف ورزی سے ڈرا جائے، یہ بھی صرف اللہ کا حق ہے۔ اور یہ بھی اللہ ہی کا حق ہے کہ اس کی غیر مشروط اطاعت کی جائے، اور اس کی ہدایت کو صحیح و غلط کا معیار مانا جائے، اور کسی ایسی اطاعت کا حلقہ اپنی گردن میں نہ ڈالا جائے جو اللہ کی اطاعت سے آزاد ایک مستقل اطاعت ہو اور جس کے حکم کے لیے اللہ کے حکم کی سند نہ ہو۔ ان حقوق میں سے جو حق بھی دوسرے کو دیا جائے گا وہ اللہ کا شریک ٹھہرے گا، خواہ اس کو خدائی ناموں سے کوئی

نام دیا جائے یا نہ دیا جائے؛ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۵۹۸-۵۹۹)

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ دنیا جہان کی ہر نعمت و آسائش اس کی خدمت کے لیے ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ خدائے وحدہ لاشریک کی خالص عبادت کرے۔ لیکن اس مقام عظیم سے جب وہ گرتا ہے تو نہ وہ اپنے اس مقام اور عظمت کا پاس رکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے کہیں سے سکھ اور چین نصیب ہوتا ہے۔ کبھی تو وہ شیاطینِ انس وجن کے ہتھے چڑھ جاتا ہے اور مختلف آستانوں، مزاروں، استھانوں اور درباروں پر اپنی ناک رگڑ رگڑ کر اپنے اس مقامِ رفیع کو قتل کر رہا ہوتا ہے۔ کبھی توہمات کا شکار ہو کر پتھروں، ستاروں اور درختوں میں اپنی قسمت تلاش کرتا ہے اور کبھی مادہ پرستی کی لعنت میں گھر کر ظاہری مال و دولت اور دنیا کی چمک دمک کے حصول میں پاگل ہو رہا ہوتا ہے۔ کبھی وہ ذات پرستی میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کا نعرہ لگا بیٹا ہے۔ اور کبھی مجرد عقل و خرد اور الحاد و دہریت کا شکار ہو کر خود اپنا حاکم و مالک بن بیٹھتا ہے۔ موجودہ زمانے کے مختلف نظام ہائے زندگی، بے دین جمہوریت، سوشلزم اور ملوکیت و بادشاہت اس کج فکری کی پیداوار ہیں۔ یہ سارے کے سارے نظام "الحکم للہ" سے انکار یا شرک کا نمونہ ہیں۔ ہاں البتہ انبیاء و رسل یا خلفاءِ راشدین کا معاملہ خالصتہً رضائے الٰہی کے تابع اور عین رضائے خداوندی کے مطابق ہونے کی وجہ سے یکسر مختلف ہے۔ ہر جگہ دھکے کھانے اور مختلف تجربات کرنے کی وجہ سے انسان اپنے مقام میں ترقی کرنے کی بجائے مسلسل تنزل، انحطاط اور پستی میں گرتا چلا جاتا ہے، لیکن پھر بھی اس کو کہیں سے سکون، امن اور آشتی نصیب نہیں ہوتی۔ اس کیفیت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ فرمایا:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ[1]

"اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ (عظمتوں اور بلندیوں کے) آسمان سے گر گیا۔ اب یا تو

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

[1] سورۃ الحج، آیت ۳۱۔

اپنی خودی پہچان....

نیویارک سے جناب شمیم اے صدیقی کا فکر انگیز مراسلہ

آج مشرقی یورپ، روس اور لاطینی امریکہ میں تیزی سے بدلتے ہوئے حالات میں مسلمانوں کا کہیں کوئی کردار نظر نہیں آتا۔ حالانکہ اکثر مقامات پر خود ان کی قسمت کے فیصلے ہو رہے ہیں، مگر خاموش تماشائی بنے رہنے کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ کار نہیں۔ ان کے ہاں وہ ابدی ہدایت موجود ہے جو اس نازک موقع پر نوعِ انسانی کو راہنمائی فراہم کر سکتی ہے، مگر بدقسمتی سے وہ خود اس کی قدر و قیمت سے آشنا نہیں رہے اور اس سے منہ موڑ چکے ہیں۔ مصائب سے دو چار انسانیت جس آبِ حیات کی متلاشی ہے، ہم نے اسے نظروں سے اوجھل کر رکھا ہے، جس کے سبب انسان اصل راہنمائی سے محروم ہے۔

دنیا تاریخ کے ایک اہم موڑ سے گذر رہی ہے۔ بعض طاقتیں ٹوٹ چکی ہیں جب کہ دوسری کئی طاقتیں ابھر کر آگے آگئی ہیں۔ کچھ سماجی و معاشی نظریات دم توڑ رہے ہیں اور دوسرے پرانے اور عام قسم کے تصورات دوبارہ عروج پا رہے ہیں۔ چونکہ خلا میں نہیں رہا جا سکتا، لہٰذا کمیونزم کے خاتمہ پر آزاد خیال جمہوری نظام آگے بڑھ کر جگہ لے رہا ہے۔

قریباً گذشتہ چالیس سال سے مشرقی یورپ اور چین اور اندازاً بہتر سال سے روسی عوام کمیونزم کے جور و استبداد کے پنجے میں جکڑے رہے، کمیونزم کے علمبرداروں نے محنت کش طبقہ کے نام پر کمیونسٹ پارٹی کا اقتدار قائم رکھا اور اس کی قیادت تمام سیاہ و سفید کی مالک بنی رہی، جس میں سب سے زیادہ مزدور اور کسان کام آئے۔ اشتراکی ممالک میں عوام کی قسمت کے مالک وہاں کے حکمران تھے جن سے اختلاف کی نہ کہیں گنجائش تھی اور نہ ہی اجازت، جس کے نتیجہ میں عام آدمی مستقل قیدی کی طرح جہنم کی زندگی میں جھونک دیا گیا۔ ظلم و جبر، خوف و ہراس، سیاسی قیدیوں کے مراکز، متواتر جاسوسی کا نظام اور مسلسل زبان بندی برداشت کی تمام حدیں عبور کر گئی، مگر کمیونزم کے شکنجے میں جکڑے ان لاکھوں، کروڑوں عوام کی چیخ و پکار پر کوئی ان کی مدد کے لئے آگے آنے کو تیار نہ تھا۔

مغربی ممالک، جن کے پاس کچھ جمہوری روایات، انسانی حقوق، ایک سے زیادہ جماعتی نظام، کھلی منڈی کا کاروباری طریقۂ کار اور قانون کی حکمرانی کا تصور تھا، سالہا سال تک کمیونسٹ دنیا کے المیہ پر خاموش تماشائی بنے رہے۔ سب (روس کے خلاف) سرد جنگ میں گم ہو کر رہ گئے، جس سے سوائے محاذ آرائی کو تقویت ملنے اور جوہری جنگ کے مسلسل اندیشوں کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ دونوں اسلحہ کی دوڑ، جوہری ہتھیار جمع کرنے، درمیانے اور دُور مار میزائلوں اور خلا میں تکنیکی برتری حاصل کرنے میں جُتے رہے، صرف اس مقصد کے لئے کہ اچانک جوہری جنگ کی صورت میں دوسرے کو نیست و نابود کیا جائے۔ کسی کو یہ علم نہ تھا کہ ۹۰-۱۹۸۹ء میں کیا وقوع پذیر ہونے والا ہے۔

صدر نکسن نے اپنی مشہور کتاب "1999ء" ۱۹۸۸ء میں شائع کی۔ عالمی نظام میں اسے ایک عظیم مدبر خیال کیا جاتا ہے، مگر چند ماہ بعد کمیونسٹ ممالک کو پیش آنے والے واقعات کا اندازہ کرنے سے وہ سرے سے قاصر رہا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بشر ہونے کے ناطے حالات میں اس تبدیلی کی پیش بینی اس کے بس میں تھی ہی نہیں۔ مستقبل کا حال وہ نہیں جان سکتا تھا۔ کوئی بھی انسان ایک حد سے آگے نہیں جا سکتا، لہٰذا نکسن نے اپنی کتاب میں روس اور اس کے حواریوں کے خلاف مزاحمت جاری رکھنے کے لئے حالتِ جنگ میں رہنے پر زور دیا۔

اس کے برعکس اب جب کہ سرد جنگ کا خاتمہ ہو چکا ہے، اور دفاعی اخراجات میں زبردست کمی کے سبب امریکہ اور اس کے ساتھی ممالک کو اپنے قومی بجٹ متوازن کرنا ممکن ہو گیا ہے۔ عالمی نظام جس تیزی سے بدل رہا ہے کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ مستقبل کے بارے میں کوئی پیشین گوئی کر سکے۔ ہر شخص ہفتوں کے حساب سے اندازے قائم کر رہا ہے۔ سالوں کی بات تو بہت دُور کی ہے، مہینوں میں پیش آنے والے حالات کا اندازہ لگانا بھی ممکن نہیں رہا۔

اصل حقیقت وہ نہیں جو ہماری نظروں میں ہے بلکہ کچھ اور ہے۔ اس کائنات کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اس کا خالق بھی ہے، لہٰذا پوری کائنات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور تمام معاملات ہمہ وقت اس کی نگاہ میں ہیں۔ انسانی معاشرہ میں ظلم و استبداد، جبر، بد نظمی، ہلاکت خیزی، ناانصافی یا طوائف الملوکی ایک حد سے آگے نہیں جا سکتی۔ اس میں لوگوں کے لئے آزمائش ہے کہ جو پلٹنا چاہے پلٹ آئے۔ مگر جو اپنی غلط روش ترک نہیں کرتے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ آ جاتی ہے۔

آیئے ایک نظر ان اسباب و علل کا جائزہ لیتے ہیں جو موجودہ تبدیلیوں کا اصل باعث

ہیں اور جس پر پوری مغربی دنیا دم بخود ہو کر رہ گئی ہے۔ اس ضمن میں چند قرآنی آیات کا مفہوم پیش نظر رہنا چاہئے:

☆ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف پر کاربند ہے۔ (آل عمران : ۱۸)

☆ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہی ہے (جو ایک مکمل نظامِ عدلِ اجتماعی پیش کرتا ہے)۔ (آل عمران : ۱۹)

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ معاشرے میں نظامِ عدل و قسط قائم کر کے دکھائیں۔ (الحدید : ۲۵)

☆ اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ جب زمین میں اقتدار بخشتا ہے تو وہ نماز قائم کرتے ہیں' زکوٰۃ کا نظام قائم کرتے ہیں' بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ (الحج : ۴۱)

دنیا میں اسلام کے نظامِ عدل و قسط کے قیام کی جدوجہد کا سب سے اہم ذریعہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوںؓ نے اپنی زندگیوں میں اسی طریقہ پر عمل کر کے نوعِ انسانی کے لئے اس کا عملی نمونہ پیش کر دیا۔ مختلف اقوام کو اپنے ہی بھائی بندوں کے تسلط سے آزادی نصیب ہوئی اور قوموں کے اندر افراد آزادیٔ فکر و عمل سے بہرہ ور ہوئے' جس سے نوعِ انسانی کو کھویا ہوا عزت و احترام کا مقام دوبارہ میسر ہوا۔

قیادت کی ذمہ داری جو امتِ مسلمہ پر عائد تھی وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مادہ پرست مغربی سیکولر قوتوں کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی' کیونکہ مسلمانوں نے اپنی سستی' بے عملی اور لاپرواہی سے دین کے ان تمام تقاضوں سے منہ پھیر لیا جن پر عمل پیرا ہو کر انہیں عروج حاصل ہوا تھا اور صدیوں تک اقوامِ عالم کی راہنمائی کا فریضہ سر انجام دیا تھا۔ مسلمانوں کے زوال کا اصل سبب یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ طرزِ زندگی بھلا دیا' جس کے نتیجہ میں انہیں غیروں کے ہاتھوں ذلت و رسوائی سے دو چار ہونا پڑا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کو عدل پسند ہے اسی طرح فساد فی الارض اس اللہ کے لئے غیظ و غضب کا باعث بنتا ہے' فراعنۂ مصر نے اللہ سے سرکشی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکوبی اور بنی اسرائیل کو وہاں سے نجات دلانے کے لئے فرعون کے محلات میں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پروان چڑھایا۔ (حوالہ کے لئے دیکھئے القصص : ۴' البقرہ : ۲۰۵' الروم: ۴۱)

جو لوگ اللہ اور یومِ جزا و سزا پر ایمان نہیں رکھتے اور اپنے خالقِ حقیقی کی عطا کردہ راہنمائی سے منہ موڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہی زمین پر فساد مچانے والے

ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ ایسے لوگوں کو تادیر کھل کھیلنے کی اجازت نہیں ملتی' انہیں بار بار خبردار کیا جاتا ہے اور جب اصلاح کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا تو اللہ تعالیٰ انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔

جب بھی کہیں دنیا میں ایمان کی دولت سے سرشار کوئی جماعت اللہ کے دین کے لئے جدوجہد کرتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کی مستحق قرار پاتی ہے اور بالآخر فتح سے ہمکنار ہوتی ہے۔ اپنے نیک بندوں سے اللہ کا یہ وعدہ ہے (یہ مضمون سورۃ الانبیاء کی آیت ۱۰۵ میں آیا ہے) اور اگر ایسا نہیں ہو تو اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر کسی دوسری قوم کو دنیا کی قیادت سے سرفراز فرماتا ہے' جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کمربستہ ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے سورۃ الاعراف : ۱۲۸' آل عمران : ۲۶' الحج : ۴۰' البقرہ : ۲۵۱ اور محمد : ۳۸)

تاریخِ انسانی شاہد ہے کہ یہ قانون قدرت ازلی اور ابدی ہے کہ طاغوتی طاقتوں کو کبھی دوام نہیں' ورنہ اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ایک دفعہ جائز و ناجائز طریقہ سے اقتدار پر قابض ہو جانے کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ سے طاغوت کی سرکوبی کا کام لیتا ہے، یعنی ؏ ہر فرعونے را موسیٰ،خواہ وہ فرعونِ مصر ہو' یا یونانی' باز نطینی' رومن' ساسانی' منگول' بنو امیہ' بنو عباس' عثمانی ترک' یورپ کے پاپائی' زار' برطانیہ عظمیٰ یا اب روسی سلطنت ہو' کسے باشد۔ یہود' انصاری یا مسلم حکمران سب کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک ہی فرمان ہے : "جو اللہ کی دی ہوئی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں' وہی تو ظالم ہیں' وہی تو فاسق ہیں"۔ (سورۃ المائدہ : ۴۴' ۴۵' ۴۷)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ظالم و جابر حکمرانوں سے نجات دلا کر اپنے نیک بندوں کو موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اللہ کا دین غالب کریں تاکہ مصائب سے دو چار عوام کو عدل فراہم ہو۔ اب ایک مدت کے بعد پھر یہ موقع آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے راستہ مہیا کر دیا ہے' بشرطیکہ ہم مسلمان فی الواقع اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کریں ہم اللہ سے کیا ہوا اپنا عہد پورا کریں تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا عہد پورا فرمائے گا جس کے لئے ہزاروں طریقے ہیں جو صرف وہی جانتا ہے۔ (ملاحظہ ہو سورۃ البقرہ' آیت ۴۰)

آہنی دیواروں سے لیس روسی سلطنت زمین بوس ہو چکی ہے' قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ یہ آہنی دیواریں گرانے کا کام کہیں باہر سے نہیں' خود اندر سے سرانجام دیا گیا' گویا ؏ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے!

کیمونسٹ ممالک اس وقت مطلوبہ سرمایہ اور تکنیکی مہارت کی شدید کمی کا شکار ہیں جس کے لئے انہیں مغربی ممالک کی محتاجی کا سامنا ہے' جبکہ مغربی ممالک صرف پیسہ حاصل

کرنا جانتے ہیں۔ انہیں اپنا فالتو سرمایہ کمیونسٹ ممالک کو منتقل کرنے کی جلدی تو بے حد ہے، مگر وہ ایسا صرف اپنی شرائط پر کرنا چاہتے ہیں۔ مزید برآں تاریخ سے اگر کچھ راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے تو یہ صاف نظر آ رہا ہے کہ جرمنی بہت جلد ایک طاقت بن کر ابھرے گا اور اپنے پڑوسی ممالک، خاص کر پولینڈ اور آسٹریا کے لئے موجودہ سرحدوں کے احترام کی یقین دہانی کے باوجود خطرہ پیدا کرے گا، جس سے نہ صرف یورپی بلکہ عالمی امن خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

پولینڈ، چیکوسلواکیہ، ہنگری، رومانیہ اور بلغاریہ مغربی ممالک اور جاپان سے اپنی معاشی بحالی کے لئے مالی اور تکنیکی امداد کی بھیک مانگنے پر مجبور ہیں، مگر یہ قرضے تحفتہً نہیں دیئے جا رہے۔ روس سمیت مشرقی یورپ کے ان غریب ممالک کو چند سالوں بعد ان قرضوں پر بہت بڑی بڑی رقوم صرف سُود کی مد میں ادا کرنا ہوں گی۔ اس طرح ان کی مشکل سے کمائی ہوئی غیر ملکی کرنسی قرض دینے والے مغربی ممالک کی جیب میں جائے گی۔ کیونکہ یہ ممالک اپنے سرمایہ اور سود کی واپسی حقیقی کرنسی میں طلب کرتے ہیں، اس کے عوض سامانِ تجارت وغیرہ قبول نہیں کرتے۔ نتیجۃً قرض لینے والے ممالک کی ایسی کمر ٹوٹتی ہے کہ اصل زر تو دُور کی بات ہے سود کی ادائیگی ہی جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ موجود لاطینی امریکہ، ایشیاء اور افریقی ممالک کی مثال ہمارے سامنے ہے جو گردن تک ان قرضوں میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ مزید قرض لے کر سود کی ادائیگی کرتے ہیں اور روز بروز قرضوں کے بوجھ تلے دبتے چلے جا رہے ہیں۔ صورت حال اس درجہ سنگین ہو چکی ہے کہ کسی لمحہ بھی دھماکہ ہو سکتا ہے جو موجودہ عالمی مالی نظام کو تہ و بالا کر دے گا۔ اس وقت منڈی کی معیشت (مارکیٹ اکانومی) کا بہت چرچا ہے، مگر اسے اختیار کرنے پر اس غربت و افلاس سے نجات بھی حاصل ہو گی جس کا روسی ریاستوں کو فوری طور پر سامنا ہے۔ یہ ایک ایسا خواب ہے جو شائد ہی پورا ہو۔

ترقی پذیر ممالک کو فراہم کرنے کے لئے عالمی سرمایہ ایک وقت میں ایک حد تک ہی دستیاب ہو سکتا ہے۔ کمیونسٹ ممالک کے لئے اس کی فراہمی کا نتیجہ ترقی پذیر ممالک کے لئے کمی ہو گی، جس سے یقیناً سیاسی کشمکش جنم لے گی۔ نیز یہ نئی سرمایہ کاری عالمی کساد بازاری کا سبب بنے گی، کیونکہ ترقی پذیر ممالک کو پہلے ہی اپنی مصنوعات کی کھپت میں مشکلات درپیش ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا فائدہ بھی ترقی پذیر ممالک کے بجائے انہی ترقی یافتہ ممالک کو جائے گا جو پہلے سے ساری دنیا کی دولت پر قابض ہیں۔

موجودہ استحصالی معاشی عالمی نظام بہت جلد دوبارہ ترقی یافتہ اور پس ماندہ ممالک کو آمنے

سامنے لا کھڑا کرے گا۔ سامراجی ہتھکنڈے سوائے نفرت اور تباہی کے دنیا کو کچھ نہیں دے سکتے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ دنیا کے سامنے اسلام کے معاشی نظام کا عملی نمونہ پیش کیا جائے' جس کی اس وقت دنیا کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ دنیا از خود اسلام کی طرف لپکے گی۔ دنیا بھر کے مسلمان اپنے کرتوتوں کے سبب ذلت و رسوائی کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک موقع دیا ہے۔ چنانچہ دنیا کے ۳۵ کروڑ مسلمان (پورے عالم اسلام میں نہ سہی) مشرق یا مغرب میں' دنیا کے کہیں کسی ایک خطے ہی میں اللہ کے عطا کردہ دین پر عمل کر کے پوری نوعِ انسانی کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہو گا پھر بپا
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا!

خواتین کا حق مہر'

کیا شریعت اس کی حد بندی کرتی ہے؟

ایک اہم معاشرتی مسئلے کے بارے میں جناب حکیم بشیر احمد کی تحقیق

بچپن سے ہی خواتین کے حق مہر کے متعلق شرعی حق مہر کا لفظ سنتے چلے آئے تھے لیکن جب شریعت کا حق مہر تلاش کرنے کی کوشش کی گئی تو کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ شرعی حق مہر کہاں سے لیا گیا۔

خواتین کا شرعی حق مہر جو بچپن سے ہم سنتے آئے ہیں وہ ۳۲ر۵۰ روپے ہے۔ اب یہ ۳۲ر۵۰ روپے پتہ نہیں کس دور کا روپیہ ہے اور کس ملک کا روپیہ ہے۔ بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کے بعد علامہ سلمان منصور پوری کی کتاب رحمتہ للعالمینؐ میں یہ فقرہ پڑھنے کو ملا کہ نبی اکرمؐ کی کسی بیٹی یا بیوی کا حق مہر ۱۲ر۵۰ اوقیہ چاندی سے زیادہ نہیں تھا۔ اس کا ماخذ علامہ صاحب نے نہیں لکھا۔ اوقیہ ایک اونس کے برابر ہوتا ہے' اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۱۲ر۵۰ روپیہ ۳۰ تولے چاندی ہے جو آج کے حساب سے ۲۴۰۰ روپیہ بنتا ہے۔ مگر جب ہم تاریخی کتب کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ دو عالمؐ نے حضرت خدیجہؓ کا حق مہر ۲۰ اونٹ یعنی قریباً دو لاکھ روپیہ پاکستانی مقرر فرمایا تھا۔

حضرت صفیہؓ کا حق مہر ان کی آزادی تھی۔ ظاہر ہے کہ غلام کی قیمت اس کی صفات کی بنا

پر کبھی ایک نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ حضرت بلالؓ کی قیمت اور حضرت سلمان فارسیؓ کی رقم مکاتبت میں بہت زیادہ فرق ہے۔ چلئے ہم ان کی آزادی کی قیمت ۱۰ ہزار روپیہ پاکستانی سمجھ لیتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کا حق مہر ۴۰۰' ۴۰۰ درہم تھا۔ ان دنوں ۲ درہم ایک اچھی بکری کی قیمت تھی' اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا حق مہر ۲ سو بکریاں اور آج کل کے حساب سے فی بکری ۲۰۰۰ قیمت لگائی جائے تو یہ رقم چار لاکھ روپیہ بنے گی۔ رسولِ دو عالمؐ کی ایک بیوی حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا حق مہر ایک تولہ سونا اور دس تولہ چاندی یعنی ۴۵۰۰ روپیہ تھا۔ حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ نے غربت کے عالم میں یعنی مدینہ منورہ آنے کے چھ ماہ بعد شادی کی تو حق مہر سوا تولہ سونا یعنی ۴۵۰۰ روپیہ مقرر کیا۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ کا حق مہر ۴۰۰ دینار یعنی کم از کم ۴۰۰۰ ہزار روپیہ تھا۔

اب معلوم نہیں سلمان منصور پوری صاحب نے ۵۰ر ۲ اوقیہ چاندی یعنی ۲۴۰۰ روپیہ موجودہ پاکستانی کہاں سے لیا اور علماء حضرات نے ۵۰ر ۳۲ روپیہ کہاں سے لیا' جب کہ روپیہ کی قیمت ہر ملک اور ہر دور میں مختلف ہوتی ہے اور روپیہ کا سکہ بھی بین الاقوامی سکہ نہیں۔

حضرت عمرؓ کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ بر سر منبر فرما رہے تھے: لوگو! عورتوں کا حق مہر کم باندھا کرو۔ اس پر ایک خاتون کھڑی ہوئی اور کہا: قرآن حکیم میں یہ فرمایا گیا کہ اگر تم عورتوں کو دولت کا ایک ڈھیر (یہاں لفظ قنطار ہے) بھی دے چکے ہو تو طلاق کی صورت میں یہ واپس نہ لو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم دولت کا ایک ڈھیر بھی حق مہر جائز سمجھتا ہے' آپؓ عورتوں کا حق مہر کس بنا پر تھوڑا مقرر کرنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے پھر کبھی اس موضوع پر وعظ نہیں کیا اور اپنی اس رائے سے یہ کہتے ہوئے رجوع فرما لیا کہ ابنِ خطاب سے تو مدینہ کی بڑھیا زیادہ فقیہہ ہے۔

یہ ایک معمولی سا مسئلہ ہے جو بعض اوقات نزاع کا باعث بن جاتا ہے' اور جاہل لوگ شرعی حق مہر کے الفاظ کہہ کر دوسرے کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ فقہی مسائل اور تاریخ ہی ہے جس نے امت کو ۷۳ فرقوں میں بانٹ رکھا ہے۔ اگر فقیہان کرام بجائے آپس کی سر پھٹول اور کفر کے فتوے شائع کرنے کے بجائے جدید فقہ مرتب کرنے پر دھیان دیں تو امت پر یہ ان کا احسانِ عظیم ہو گا اور میرے خیال میں اس سے بہت سی تاریخی غلطیاں بھی صاف ہو جائیں گی۔ ویسے اس دَور کی فقہ کے بہت سے مسائل مثلاً لونڈی' غلام کے مسائل کی اب ضرورت نہیں بلکہ بنکنگ' ٹرانسپورٹ' بیمہ وغیرہ نئے مسائل ہیں جس کے لئے ان لوگوں کو جو بزعم خود اپنے آپ کو اجتہاد کے قابل سمجھتے ہیں سر جوڑ کر بیٹھ کر قوم کے لئے صحیح راستہ کا

انتخاب کرنا چاہئے۔ اسلامی نظریاتی کی کونسل جو ایک ایک مسئلہ پر کبھی کبھی رائے زنی کر دیتی ہے، اسے یہ کام اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے۔

ملک کی داخلی صورت حال۔ ایک لمحہ فکریہ!

موجودہ حکومت کے انتخابی وعدوں کی روشنی میں کارکردگی کا ایک مختصر جائزہ

مرسلہ : ظفر اقبال اعوان، راولپنڈی

پاکستانی معاشرہ جس بحران سے دوچار ہے اس میں استحکام کی کوششیں کامیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ موجودہ حکومت کی یہ خوش قسمتی ہے کہ فوج نے سیاست کو شجرِ ممنوعہ قرار دیا ہے۔آئی جے آئی کی حکومت نے اپنے منشور میں مندرجہ ذیل وعدے کئے :

۱ اسلامائزیشن
۲ امن و امان کا قیام
۳ مہنگائی اور بے روزگاری کا خاتمہ
۴ مضبوط خارجہ پالیسی

اسلامائزیشن

آئی جے آئی نے اپنی الیکشن مہم میں اس وقت کی پی پی گورنمنٹ کے خلاف زبردست مہم چلائی تھی کہ حکومت عوام کو اسلام سے دُور کر رہی ہے۔ اس نے شریعت بل کو سرد خانے میں ڈال دیا ہے۔ اس وقت کی سیاسی فضا میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ پی پی کی حکومت یہودیوں کی ایجنٹ ہے۔ اب اگر موجودہ حکومت کی اسلامائزیشن کے متعلق کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو وہ حوصلہ افزاء نظر نہیں آئے گی۔

شریعت بل کے محرکین سمیع الحق اور جماعت اسلامی نے کہا ہے کہ حکومت شریعت کے نفاذ میں مخلص نہیں ہے۔ آئی جے آئی میں شامل جے یو پی (نیازی گروپ) نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے کہ حکومت شریعت کے نفاذ میں مخلص نہیں ہے اور اس نے شریعت کے نعرہ کو اقتدار میں آنے کے لئے استعمال کیا تھا یہی وجہ ہے کہ جماعتِ اسلامی اب اپنے مخالفین کے ساتھ بھی روابط قائم کرنے کی کوششیں کر رہی ہے تاکہ جماعتِ اسلامی کو اندرون خانہ جس مخالفت کا سامنا ہے اس کا مؤثر تدارک کیا جاسکے اور پی پی کے ساتھ تعلقات سے حکومت پر دباؤ بڑھایا جاسکے۔

امن و امان کی صورت حال

امن و امان کا مسئلہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ بالخصوص سندھ میں تو ڈاکوؤں کا راج ہے۔ سندھ کے وزیر اعلیٰ صاحب ڈاکوؤں کے نام پر اپوزیشن کے ارکان سے جیلیں بھر رہے ہیں۔ نجی شعبہ کی معیشت کے ذریعے صنعتی ترقی کی رفتار کو تیز کرنا موجودہ حکومت کی اہم پالیسی ہے اور اس کی خاطر امن و امان کی فضا ضروری ہے۔ وزیر اعظم جناب نواز شریف نے اسی خاطر بارہویں آئینی ترمیم منظور کرائی۔ بارہویں آئینی ترمیم کے بعد وزیر اعظم نے پاکستان کی اقتصادی صورتِ حال کو بہتر بنانے کی غرض سے سرمایہ کاروں کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے جاپان جانا تھا لیکن اسی دن پنجاب کے علاقے میں تاجر برادری کے ارکان کے قتل کی وجہ سے وزیر اعظم کا دورہ ملتوی ہو گیا۔ اس طرح تخریب کاروں نے حکومت کو یہ چیلنج دے دیا کہ قوانین کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ حال ہی میں سردار شوکت حیات کی بیٹی پر جو کچھ بیتا اس نے عوام کے ذہنوں میں عدم تحفظ کی نفسیات کو اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا۔ ویناحیات کیونکہ ایک سردار کی بیٹی ہیں اس لئے مجرموں کے خلاف اقدام کرنے کے لئے حکومت پر جلسے جلوسوں کی شکل میں دباؤ بڑھایا جا رہا ہے ورنہ اس ملک میں نہ جانے کتنے غریبوں پر اس طرح کے ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں اور ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ان واقعات کی وجہ سے حکومت کی ساکھ متاثر ہو رہی ہے اور عوام کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھتی جا رہی ہے کہ حکومت کمزور ہے اور ان کا تحفظ نہیں کر سکتی۔

مہنگائی اور بے روزگاری کا خاتمہ

آئی جے آئی نے اپنے منشور میں عوام کو یہ خوش خبری سنائی کہ ہم برسرِ اقتدار آکر مہنگائی اور بے روزگاری کا خاتمہ کر دیں گے۔ آئی جے آئی عوام میں اس تاثر کو پھیلانے میں کامیاب رہی کہ مہنگائی اور بے روزگاری کی وجہ پی پی گورنمنٹ کی ناقص پالیسیاں اور ان کے سیاست دانوں کی بدعنوانیاں ہیں، لیکن اگر آئی جے آئی کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ حکومت مہنگائی پر کنٹرول کرنے میں ناکام رہی ہے۔ عوام کی قوتِ خرید دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ موجودہ حکومت بے روزگاری کا خاتمہ بھی نہیں کر سکی ہے۔ موجودہ حکومت نے بیروزگاری کے خاتمے کے لئے نئی صنعتوں کے قیام کی حوصلہ افزائی کے اقدامات کئے، لیکن ساتھ ساتھ قومی ملکیت والی صنعتیں بھی بہت کم نرخوں میں فروخت کی جا رہی ہیں۔ حکومت کی پالیسی سے نئی صنعتیں تو بہت کم ہی وجود میں آئیں، لیکن نفع والی صنعتوں کی فروخت سے صنعتی اجارہ داریاں قائم ہو رہی ہیں۔ پھر صنعتی اجارہ داریوں کے لالچ ہی سے کوآپریٹو اداروں کا بحران پیدا ہوا ہے جس کی وجہ سے بہت

سے کھاتے دار متاثر ہوئے ہیں اور حکومت کی ساکھ کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ اپوزیشن بھی حکومت کو بدعنوان ثابت کرنے میں کافی کامیاب رہی ہے' جس کی وجہ سے حکومت کی مقبولیت میں بہت کمی واقع ہوئی ہے۔ سرکاری ملازمتوں سے ابھی تک پابندی نہیں اٹھائی گئی جس کی وجہ سے قوم کے معمار ڈگریاں اٹھائے مایوسی کی حالت میں دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

مضبوط خارجہ پالیسی

موجوہ حکومت کے نزدیک خارجہ پالیسی کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ ایک عرصہ تک ملک کو وزیر خارجہ دستیاب نہ ہوسکا اور وزارتِ خارجہ وزیراعظم کی نگرانی میں رہی۔ خلیج کی جنگ کے موقع پر خارجہ پالیسی پر عوام نے جو عدمِ اعتماد کیا اس کی مثال پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ حکومت کو عوامی جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے وزیر خارجہ بدلنا پڑا۔ جبکہ کمزور افغان پالیسی کی وجہ سے اور ناقص منصوبہ بندی کے باعث ابھی تک افغانستان سے روسی افواج کا انخلاء مکمل نہ ہوسکا اور روسی نواز حکمرانوں سے چھٹکارا ابھی حاصل نہیں کیا جاسکا۔ جبکہ کشمیر کے متعلق پالیسی کا عالم یہ ہے کہ حکومت اس کی عالمی سطح پر موزوں تشہیر کرنے میں ناکام رہی ہے یہ تو خود کشمیری عوام کی جرأت ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں عالمی برادری کی توجہ مسئلہ کشمیر کی جانب مبذول کرائی ہے اور کشمیری عوام پر ظلم و ستم بند کرنے کے لئے بھارتی حکومت پر دباؤ ڈالنے کا مطالبہ کیا اور کشمیری عوام کو حقِ خود ارادیت دینے کی بات کی ہے۔ موجودہ حکومت کی داخلی و خارجہ معاملات میں ناکامی کی وجہ سے پی ڈی اے' جے یو پی (نورانی گروپ)' جے یو آئی (فضل الرحمٰن گروپ) اور دیگر کئی جماعتیں حکومت کے خلاف منصوبہ بندی میں مصروف ہیں۔

ضرورتِ رشتہ

راجپوت بھٹی، بی۔ اے نوجوان کے لیے پٹھان خاندان سے کم از کم ایف۔ اے، نماز روزہ اور پردہ کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
رابطہ و غ، معرفت میثاق
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ ۵۴۷۰۰

"سودی نظام ختم کر کے
اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف جاری جنگ کو بند کرو!"

سود کو تحفظ دینے کی سرکاری کوششوں کے خلاف تنظیم اسلامی لاہور کے ایک خاموش لیکن بھرپور احتجاجی مظاہرے کی رپورٹ

۱۴ نومبر ۹۱ء کو وفاقی شرعی عدالت نے سود سے متعلق ۲۲ ملکی قوانین کو غیر اسلامی قرار دینے کا تاریخ ساز فیصلہ کیا تو یوں محسوس ہوا کہ کفرو الحاد کا جو گھٹا ٹوپ اندھیرا ہمارے معاشرے میں بری طرح چھایا ہوا ہے اس میں روشنی کی ایک کرن پھوٹی ہے۔ ذہنی و فکری طور پر اس بات کا پختہ یقین ہونے کے باوجود کہ نظامِ اسلام کا نفاذ صرف اور صرف انقلابی نہج سے ممکن ہے' دل نے جس پر خواہشات کا غلبہ زیادہ اور جلد ہو جاتا ہے ذہن کو فوراً یہ پیغام ارسال کیا کہ شاید وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے کو اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت' جس نے بہر حال اسلام کے نام پر لوگوں سے ووٹ لئے ہیں' مِن وعَن تسلیم کرلے ---- اور اس طرح ہماری معیشت اگر مشرف بہ اسلام ہو جائے تو یہ نہ صرف مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کی طرف ایک بہت بڑی پیش رفت ہوگی بلکہ اسے اس سمت میں ایک بہت بڑی جست سے تعبیر کیا جائے گا' اس لئے کہ آج کی دنیا کو بجا طور پر اقتصادیات کی دنیا کہا جاتا ہے۔ کسی ملک کا سیاسی استحکام' اس کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا دفاع' عوام کی بنیادی ضروریات کی فراہمی' ان کی عزتِ نفس کا تحفظ اور امن و امان کا قیام خود کفیل معیشت اور خود انحصاری ہی سے ممکن ہے' ورنہ غیروں کے ٹکڑے تو حلق میں پھنس کر' اپنا نظام لانا تو دُور کی بات ہے' اپنی آواز میں کلام بھی کرنے نہیں دیتے اور ایسی قوم کے حکمران "ہز ماسٹرز وائس" کی عملی تصویر بن جاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ بازی گر اپنی قوم کو اندھیرے میں رکھ کر کھلا دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ وہ نکتہ ہے جسے شیطانی ذہانت کے حامل عیار اور مکار یہودی صدیوں پہلے جان چکے ہیں' لہٰذا وہ امداد اور قرضوں کے سنہرے جال سے اقوام بالخصوص ان کے مفاد پرست سیاسی عناصر کو جکڑ لیتے ہیں۔

اس موقع پر اس تلخ حقیقت کا عملی ظہور اس طرح ہوا کہ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت دینی سیاسی جماعتوں کے ردِ عمل کے خوف سے ان غیر اسلامی قوانین کو کالعدم قرار دینے سے کھُلا اور واضح انکار تو نہ کر سکی' لیکن لیت و لعل اور پس و پیش کے دبیز پردوں سے روشنی کی اس کرن کو

ڈھانپنے کی کوشش شروع کر دی گئیں۔ ایک بے چارے وزیر نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن نے جس شے کو "ربٰو" قرار دیا ہے وہ اس سودی لین دین سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو موجودہ بنکاری نظام میں جاری و ساری ہے۔ پھر یہ کہ آج کی دنیا میں سودی لین دین ناگزیر ہے اور اس کے بغیر بنکاری کا تمام نظام تباہ ہو جائے گا۔ اس وزیرِ بے تدبیر کے ان "مجتہدانہ" خیالات پر تمام دینی حلقوں کی طرح تنظیم اسلامی کے رفقاء میں بھی تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ علاوہ ازیں انہی دنوں امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد کا ایک بیان اخبارات کی زینت بنا کہ حکومت ایک بنک کے ذریعے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر رہی ہے۔ امیرِ جماعت کی حیثیت چونکہ "گھر کے بھیدی" کی سی ہے، لہٰذا عوام و خواص سب پر حکومت کے ارادے واضح ہو گئے۔ ۱۴ جنوری کو بِلّی تھیلے سے باہر آ گئی۔ یعنی مسلم کمرشل بنک نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی خلاف پہلی اپیل دائر کر دی۔

تنظیم اسلامی لاہور کی مجلسِ عاملہ نے، جو اس ساری صورتِ حال پر نگاہ رکھے ہوئے تھی، اپنے ایک خصوصی اجتماع میں اس پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ ۱۹ جنوری ۹۲ء کو تنظیم اسلامی کے رفقاء اپنے جذبات کے اظہار کے لئے جامع مسجد نیلا گنبد لاہور سے ایک جلوس نکالیں گے، جو شاہراہِ قائدِاعظم سے گزرتا ہوا چیئرنگ کراس تک جائے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ اگرچہ ایک بنیادی اور حساس مسئلہ پر نام نہاد اسلامی حکومت نے جس سرد مہری اور بے حیائی کا اظہار کیا ہے اس سے رفقاء کے جذبات مشتعل ہیں، لیکن تنظیم اسلامی اپنی روایات کے مطابق خاموش اور پرامن مظاہرہ کرے گی، کیونکہ جلاؤ، گھیراؤ اور توڑ پھوڑ اس کے بنیادی فلسفے ہی کے خلاف ہے۔

اس مظاہرے کیلئے رفقاءِ تنظیم اور معاونینِ خلافت کو مذکورہ تاریخ اور مقام پر نماز عصر سے قبل (۳-۴۵ پر) جمع ہونے کے لئے کہا گیا تھا۔ نماز باجماعت سے قبل اقبال حسین صاحب رکنِ مجلسِ عاملہ تنظیم اسلامی لاہور نے رفقاء کو اس مظاہرے کے سلسلہ میں ہدایات دیں۔ انہوں نے کہا کہ مظاہرہ کے شرکاء سب سے پہلے اپنی نیتوں کو خالص کر لیں کہ ان کا یہ اقدام صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ہے، کیونکہ وہ یہ مظاہرہ مسلمانوں کو اللہ اور اسکے رسولؐ سے جاری جنگ ختم کر دینے کی ترغیب دینے کے لئے کر رہے ہیں۔ شرکاء اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، انہیں بھٹکنے نہ دیں اور قطاروں کی درستی کا اہتمام کریں۔ اپنے امیر کی اطاعت کریں، کسی قسم کی بدنظمی پیدا نہ کریں اور کسی کی طرف سے کسی استفسار کی صورت میں ذمہ دار حضرات کی طرف نشاندہی کر دیں۔ دورانِ مظاہرہ اللہ کے ذکر کا خصوصی اہتمام کریں، کیونکہ جس اللہ کی رضا کے لئے آپ نکلے ہیں اس کی یاد دل میں تازہ کرتے رہنا بہت ضروری ہے۔

نماز مغرب باجماعت ادا کرنے کے بعد رفقاء مسجد کی باہر جمع ہو گئے' جن کی تعداد الحمدللہ تین سو کے لگ بھگ تھی۔ انہیں منظم طریقے سے چار قطاروں میں کھڑا کر کے بینرز اور ٹی بورڈز سے مسلح کیا گیا۔ اخباری فوٹوگرافروں سے فراغت کے بعد پولیس کی بھاری معیت میں یہ منظم' باوقار اور خاموش جلوس ساڑھے چار بجے کے قریب روانہ ہوا۔ جلوس کے آگے اور پیچھے بڑے بینرز تھے' جبکہ مظاہرین نے پچاس کے قریب پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے' جن پر درج عبارات میں سے چند ایک عوام کی خصوصی توجہ کا باعث بنے۔ مثلاً

☆ اسلام کے تین دشمن ---- یہود' ہنود اور سُود
☆ سُود ہے جب تک ---- غربت ہے تب تک
☆ سُودی نظام ---- حقیقتاً ---- یہودی نظام
☆ مہنگائی سودی نظام کا تحفہ ہے!
☆ سُودی نظام کو ختم کر کے اللہ اور رسولؐ سے جاری جنگ بند کرو!

مظاہرین انتہائی نظم اور خاموشی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف اس طرح رواں دواں تھے کہ بلا جواز تشدد اور صرف لاٹھی کی زبان سے بات کرنے والی بدنام زمانہ پولیس بھی خراجِ تحسین ادا کرنے پر مجبور تھی۔ وقتِ مقرر پر یہ جلوس اپنی منزل چیئرنگ کراس پر پہنچا۔ راقم نے مختصراً مظاہرین سے خطاب کیا اور اللہ رب العزت کے حضور یہ دعا کی کہ ہم خود صحیح معنوں میں اس کے بندے بنیں' خود اپنی ذات پر اور اپنے گھروں میں دینِ متین کا نفاذ کریں اور جہاد باللسان کی جو توفیق اس نے اپنی رحمت سے دی ہے اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اور جلد اتنی قوت فراہم ہو جائے کہ یا تو ہم جہاد بالید کے مرحلے سے گزر کر وطنِ عزیز میں دینِ متین کا نفاذ کریں یا اسی جدوجہد میں اپنی جانوں کا حقیر نذرانہ اس کی بارگاہ میں پیش کر دیں۔ مغرب کی اذان سے چند منٹ پہلے یہ جلوس منتشر ہو گیا۔

(مرتب: مرزا محمد ایوب بیگ)

ضرورت رشتہ

لاہور سے تعلق رکھنے والے ۲۹ سالہ اٹھارویں گریڈ کے سرکاری افسر کے لئے پابند صوم وصلوۃ' باپردہ دوشیزہ ' تعلیم بی اے یا ایف اے ' عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو' کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ

معرفت امیر تنظیم اسلامی پشاور

کمرہ نمبر۱۔ اے' رحمان پلازہ خیبر بازار ' پشاور

مظاہرہ کے موقع پر تقسیم کئے جانے والے ہینڈ بل کی نقل

کیا ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف حالتِ جنگ کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں؟

سُود کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنے کا یہ سنہری موقع ہرگز ضائع نہیں ہونا چاہئے!

ہر مسلمان اس حقیقت سے باخبر ہے کہ ان تمام گناہوں میں جن کا تعلق انسان کے عمل سے ہے' سود کا گناہ بد ترین ہے۔ سود در حقیقت سرمایہ دارانہ طرزِ معیشت کا ایک ایسا ہتھکنڈا ہے کہ جس میں سرمائے کو مزید سرمایہ کھینچنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ نتیجۃً ایک طرف دولت کا اس طور سے ارتکاز ہوتا چلا جاتا ہے کہ معاشرے کا ایک نہایت محدود طبقہ تو امیر سے امیر تر ہو کر ملکی معیشت کے تمام ذرائع پر قابض ہو جاتا ہے اور دوسری جانب عوام کا بہت بڑا طبقہ معاشی بد حالی کا شکار ہو کر افراطِ زر اور مہنگائی کے بوجھ تلے اس بُری طرح سے دبتا اور پستا چلا جاتا ہے کہ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے دو وقت کی روٹی کا اہتمام کرنا بھی اس کے لئے دو بھر ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح معاشرہ واضح طور پر دو ایسے مستقل طبقات میں تقسیم ہو کر رہ جاتا ہے جن کا درمیانی فاصلہ مسلسل بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور نفرت اور عداوت کی ایک وسیع خلیج دونوں طبقات کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔

سودی نظام کا ایک اور بہت بڑا تحفہ بے روزگاری ہے۔ اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ بے روزگاری کے نتیجے میں پڑھے لکھے نوجوانوں کی ذہنوں میں ایسا خوفناک ردِ عمل جنم لیتا ہے کہ وہ بالآخر ڈاکہ زنی' دہشت گردی اور قتل و غارت گری پر اتر آتے ہیں۔ اس کے عملی مظاہر اس وقت پاکستان کے طول و عرض میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں جتنے سخت الفاظ میں سود کی مذمت کی گئی ہے' کسی اور گناہ کی نہیں کی گئی ـــــ یہ وہ واحد گناہ ہے جس کیلئے قرآن مجید میں اتنے شدید دھمکی آمیز الفاظ آئے ہیں جو کسی اور گناہ یہاں تک کہ قتل' شراب نوشی اور زنا کے لئے بھی نہیں آئے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

"اگر تم (سود سے) باز نہیں آتے تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ" (آیت نمبر ۲۷۹)

ظاہر بات ہے کہ اللہ اور اس کی رسولؐ کے خلاف جنگ کرنے کا نتیجہ اپنی ہلاکت اور تباہی کے سوا اور کچھ نہیں! ـــ انتہائی رنج کی بات ہے کہ اس وقت پورا عالمِ اسلام کسی نہ کسی درجے میں سودی نظام کو اپنا کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف برسرِ جنگ ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں ذلت و رسوائی مسلمانوں کا مقدر بنی ہوئی ہے۔ بے شمار وسائل اور بے تحاشا دولت کے باوجود عالمِ اسلام اور بالخصوص عالمِ عرب پوری طرح امریکہ اور اسرائیل کے چُنگل میں ہے اور مسلمانوں کی بے بسی اور لاچاری میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

سود کے گناہ کی شدت اور اس کی اندر مضمر قباحت و شناعت کو واضح کرنے کے لئے نبی اکرمؐ کی احادیث میں ایسے سخت الفاظ آئے ہیں کہ جن کو پڑھ کر انسان کانپ جاتا ہے۔ فرمایا:

"سود کے گناہ کے ستر (۷۰) حصّے ہیں اور ان میں سب سے ہلکا حصّہ اس کی مساوی ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے" (مستدرک حاکم)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ سود کتنی بڑی لعنت اور سودی لین دین کرنا کس درجے کا گناہ ہے! چنانچہ ایک حدیث کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والوں، دینے والوں، اس کے گواہوں اور لکھنے والوں سب پر لعنت فرمائی (یہ حدیث جامع ترمذی، ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ میں وارد ہوئی ہے)۔

ہم مسلمانانِ پاکستان کی بدبختی ہے کہ ہم گزشتہ ۴۵ سالوں سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف حالتِ جنگ میں ہیں اور سودی معیشت کو اپنا کر ہم نے خود کو نبی اکرمؐ کی سخت ترین لعنت کا مستحق بنایا ہوا ہے۔ اس پس منظر میں بینکنگ کے موجودہ نظام اور سودی لین دین کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا حالیہ فیصلہ ایک تاریخ ساز اور نہایت مبارک فیصلہ ہے جس کی رُو سے حکومتِ پاکستان اس بات کی پابند ہے کہ جون ۹۲ء تک سودی نظام کو ختم کر کے نیا معاشی نظام تشکیل دے۔

سود کے لعنتی نظام سے چھٹکارا پانے کا یہ ایک سنہرا موقع ہے جس کو ضائع کرنا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔ سودی نظام کو ٹھوکر مار کر ہی ہم امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کا خم ٹھونک کر مقابلہ کرنے کے قابل ہوں گے جو درحقیقت یہود کے وضع کردہ سودی نظام کے بل پر استوار ہے کہ جس کے ذریعے مٹھی بھر یہودی دنیا کی معیشت کے ایک بڑے حصے پر قابض ہو کر امریکہ جیسے ملک کو اپنی انگلیوں پر نچا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو سودی معیشت کے خلاف ڈٹ جانے اور اس باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے (آمین)

فلورائیڈ کے ساتھ
Hamdard
PEELU TOOTH PASTE
پیلو کی بازیافت
مِسواک سے
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تک
پیلو کے مؤثر اور مجرب اجزا پر مشتمل ایک مکمل طبی ٹوتھ پیسٹ پیش کر کے ہمدرد نے
حفظِ دنداں کی دنیا میں بھی اوّلیت حاصل کر لی ہے۔
پیلو صدیوں سے دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔
ہمدرد کی تحقیقِ جدید نے پیلو کے ان افادی اجزاء اور دوسری مجرب جڑی بوٹیوں سے ایک جامع
فارمولے کے مطابق ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تیار کیا جو پوری طرح دانتوں اور مسوڑھوں
کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
ہمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
پیلو کے اوصاف
مسوڑھے مضبوط دانت صاف
پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو
Adarts-HTP-3/85

متحدہ عرب امارات میں خلافت کی منادی

امیر تنظیم اسلامی کے بھرپور دعوتی دورے کی رپورٹ

مرتّب: محمد منیر احمد' ابو ظبی

ماہ رمضان ۱۹۸۹ء میں امیر تنظیم اسلامی دورۂ ترجمۂ قرآن کے لئے ابو ظبی تشریف لائے تھے' جس کے بعد امارات کے اکثر رفقاء کی خواہش تھی کہ امیرِ محترم امارات تشریف لائیں تاکہ ایک جامع پروگرام کے تحت ہم اپنے نقطۂ نظر کو عام لوگوں تک پہنچا سکیں۔ اس سلسلے میں سنجیدہ حرکت تو جولائی ۱۹۹۱ء میں ہی شروع ہوگئی تھی' البتہ حتمی فیصلہ کا اعلان امیر تنظیم اسلامی ابو ظبی جناب محمد خالد صاحب نے ماہ اکتوبر میں پاکستان سے امارات واپسی کے بعد کیا۔ چنانچہ کئی ایک مشاورتوں کے بعد پروگرام کو آخری شکل دی گئی جس کے مطابق امارات کے اس پورے دورے کے مجموعی انتظامات کی ذمہ داری رفیقِ تنظیم جناب عمران بٹ صاحب کو سونپی گئی۔ پھر ابو ظبی کی حد تک تمام انتظامات رفیقِ تنظیم جناب قمر حسن صاحب کے سپرد کیے گئے۔ ابو ظبی کے ایک دوسرے شہر العین میں تمام انتظامی ذمہ داریاں رفیقِ تنظیم جناب محمد اسلم صاحب کے ذمے لگائی گئیں۔ ابو ظبی کے بعد امارات کی دوسری بڑی ریاست دبئی میں یہ ذمہ داری رفیقِ تنظیم جناب سید حامد صاحب کو دی گئی۔ راس الخیمہ کی ریاست میں انتظامات کے ذمہ دار اس ریاست میں تنظیم کے واحد رفیق جناب محمد طفیل گوندل صاحب تھے' جبکہ شارجہ کی ریاست میں یہ ذمہ داری رفیقِ تنظیم فاروق زمان صاحب کے کندھوں پر ڈالی گئی تھی۔

عرب ممالک میں معمول کے کلچرل پروگرام اور دوسرے معمولی نوعیت کے اجتماعات بھی حکومت کی پیشگی اجازت کے بغیر منعقد نہیں کئے جاسکتے اور نہ ہی اجازت کے بغیر کسی پروگرام کو مشتہر کیا جاسکتا ہے۔ اندریں حالات ایک انقلابی تنظیم اور وہ بھی اسلامی انقلابی تنظیم کے امیر سے متعلقہ پروگرام منعقد کروانے کے لئے اجازت لینا جس قدر دشوار ہے اس کا اندازہ صرف وہی کرسکتا ہے جس نے کبھی اس قسم کا اجازت نامہ حاصل کرنے کی سعی کی ہو۔ رفقاء کی دن رات کی بھاگ دوڑ کبھی امید افزاء نظر آتی اور کبھی ناامیدی سے دوچار ہوتی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سوائے شارجہ کی ریاست کے' باقی تمام

ریاستوں میں یہ پروگرام منعقد کرنے کے لئے اجازت نامے حاصل کر لئے گئے۔ اس کے ساتھ ہی بارہ ہزار کی تعداد میں پوسٹر چھپوائے گئے اور تمام امارات میں ایک زبردست مہم کی صورت میں رفقاء نے انہیں حسبِ ضرورت نمایاں جگہوں پر چسپاں کیا۔ خاص خاص جگہوں پر کپڑے کے بینرز بھی لگائے گئے۔ اگرچہ پروگرام کے بارے میں حکومت کے محکمہ اوقاف سے اجازت نامہ حاصل کر لیا گیا تھا پھر بھی پوسٹر اور بینرز لگاتے وقت سو طرح کے اندیشے موجود تھے۔ بہر حال ہمارے ساتھیوں نے یہ کام جس بیباکی سے کیا اس پر انہوں نے اکثر و بیشتر اپنے مخالفوں سے بھی داد تحسین وصول کی۔ پروگرام کو شارجہ ٹی وی اور ابو ظبی ریڈیو سے نشر کروانے کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔اس کے علاوہ یہاں کے مشہور اخبار "خلیج ٹائمز" میں بھی یہ پروگرام خوب مشتہر ہوا۔

تمام رفقاء اپنے اپنے کاموں میں نہایت مستعدی سے مشغول تھے کہ امیرِ محترم کی ابو ظبی آمد کا وقت آگیا۔ چنانچہ ۱۹؍ جنوری ۹۲ء کو امیر تنظیم اسلامی لاہور سے دبئ پہنچے۔ یہ کوئی ساڑھے بارہ بجے کا وقت تھا۔ دبئ ایئر پورٹ پر چند ساتھی امیرِ محترم کے استقبال کے لئے موجود تھے' جن کے ساتھ امیرِ محترم دبئ میں مرکز خدام القرآن واقع "سنا بلڈنگ" تشریف لائے۔ کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد نماز عصر تک آرام کیا۔ نماز عصر کے بعد ایک مقامی اخبار "خلیج ٹائمز" کے نمائندے نے امیر محترم کا انٹرویو ریکارڈ کیا جو کہ دوسرے روز اس اخبار میں چھپا۔

اسی روز نماز عشاء کے بعد دبئ ہلٹن ہوٹل میں امیر محترم کو "قرآن حکیم اور موجودہ دَور کے معاشی مسائل" کے موضوع پر خطاب کرنا تھا۔ اس خطاب کو سننے کے لئے پڑھے لکھے طبقے کے چیدہ چیدہ تقریباً ساٹھ حضرات کو مدعو کیا گیا تھا' البتہ ڈاکٹر صاحب کے خطاب کے وقت یہ حاضری نوے کے قریب پہنچ گئی تھی۔ امیرِ محترم نے قریباً دو گھنٹے خطاب فرمایا اور آخر میں سامعین کے سوالوں کے جوابات بھی دئے۔ اس پروگرام میں اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب سیّد حامد صاحب نے انجام دئے جبکہ جمعیت خدّام القرآن کا تعارف جناب محمد خالد صاحب نے پیش کیا۔ پروگرام کے خاتمے اور کھانے سے فراغت کے بعد امیرِ محترم اگلے دن کے پروگرام کے لئے چند ساتھیوں کے ساتھ ابو ظبی روانہ ہوئے' جہاں آپ کا قیام رفیقِ تنظیم جناب محمد ریاض صاحب کے فلیٹ میں تھا جو ان کے اہلِ خانہ کے پاکستان جانے کی بناء پر آج کل خالی ہے۔

۲۰؍جنوری کی صبح سے ظہر تک وقتاً فوقتاً مختلف لوگ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے

لئے آتے رہے۔ پھر عصر سے مغرب تک امیرِ محترم جمعیت خدام القرآن ابو ظبی کے مرکز نمبر ۲ میں رفقاء سے ملاقات کے تشریف لے گئے' جہاں رفقاء نے امیرِ محترم سے عمومی نوعیت کے سوالات بھی کئے۔ اس نشست میں تقریباً بیس حضرات نے امیر محترم سے بیعت بھی کی۔ اس روز بعد نماز عشاء امیرِ محترم کو ابو ظبی ہلٹن ہوٹل میں "قرآنِ حکیم اور عصرِ حاضر کے علمی و فکری تقاضے" کے موضوع پر لیکچر دینا تھا۔ اس کو سننے کے لئے بھی خاص خاص لوگوں کو دعوت دی گئی تھی چنانچہ ایک سو بیس افراد کو دعوت نامے جاری کئے گئے تھے' مگر امیر محترم کی تقریر کے دوران وہاں ڈیڑھ سو کے قریب حاضری تھی۔ امیر محترم نے اپنے لیکچر کے اختتام پر سامعین کو سوالات کرنے کی دعوت دی اور پھر سوالات کے جامع جوابات بھی دیئے۔ امیرِ محترم کی یہ تقریر تقریباً پونے دو گھنٹے پر محیط تھی۔

اگلے روز یعنی ۲۱ر جنوری کو امیر محترم نے ابو ظبی میں اپنی رہائش گاہ پر خواتین سے "مسلمان خواتین کی دینی ذمہ داریاں" کے موضوع پر پردے کے پیچھے سے خطاب کیا۔ یہ خطاب صبح دس بجے شروع ہو کر بارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ اپنی تقریر کے آخر میں ڈاکٹر صاحب نے خواتین کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ اس پروگرام میں تین سو کے قریب خواتین نے شرکت کی۔

عصر تا مغرب خدام القرآن ابو ظبی کے مرکز نمبر ۱ میں ڈاکٹر صاحب کے رفقاء کے ساتھ ملاقات طے تھی' مگر ڈاکٹر صاحب طبیعت کی خرابی کی بناء پر تشریف نہ لاسکے' لہٰذا یہ ملاقات مغرب اور عشاء کے درمیان ہوئی۔

عشاء کی نماز کے بعد ساڑھے آٹھ بجے امیرِ محترم کو ابو ظبی مرکز پاکستان کے ہال میں "کرنے کا اصل کام" کے موضوع پر تقریر کرنا تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے تک مرکز پاکستان ابو ظبی کا یہ وسیع و عریض ہال کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ کرسیوں کے درمیان راستوں اور اسٹیج پر بھی بیٹھ گئے تھے۔ دروازوں میں سے جھانکنے کے لئے بھی کوئی موقع باقی نہ رہا تھا۔ مرکزِ پاکستان ابو ظبی کچھ ایسا منظر پیش کررہا تھا جیسے پاکستان کے اندر کسی مقام پر خلافت کانفرنس منعقد ہورہی ہو۔ یہاں تک کہ امیر محترم کو بھی لوگوں کا یہ ذوق و شوق دیکھ کر جذباتی انداز میں یہ کہنا پڑا کہ "آپ لوگوں کا ذوق شوق دیکھ کر مجھ میں بھی آمد آمد کی کیفیت ہے"۔ کیونکہ امیر محترم کے اس خطاب میں کثیر تعداد میں لوگوں کی شرکت کا امکان تھا لہٰذا ایک ٹی وی سیٹ ہال کے باہر کھلے میدان کی جانب رکھ دیا گیا تھا تاکہ جو لوگ ہال میں جگہ نہ ملنے کی بناء پر امیرِ محترم کا خطاب براہ راست نہ سن سکیں وہ ٹی وی پر یہ خطاب

سن لیں۔ خطاب شروع ہونے کے تھوڑے ہی وقفے کے بعد راقم نے ہال اور ٹی وی رکھے جانے والی جگہ کا چکر لگایا تو خود ٹی وی کو بشکل دیکھ سکا کہ وہاں بھی ایک ہجوم تھا۔ اس کے بعد آنے والے لوگ مایوسی کے عالم میں واپس جانے لگے۔ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً پندرہ سو افراد نے یہ خطاب سنا اور پانچ سو کے قریب لوگوں کو واپس جانا پڑا۔ خواتین کے لئے ملحقہ چھوٹے ہال میں ٹی وی رکھ دیا گیا تھا' جہاں بیٹھ کر انہوں نے یہ خطاب سنا۔ ڈاکٹر صاحب نے کھڑے ہو کر قریباً اڑھائی گھنٹے تک خطاب کیا' جس کا مرکزی مضمون نظام خلافت اور اس کے خدو خال تھا۔ اس پروگرام کی صدارت مرکزِ پاکستان کے صدر جناب محمد سرور خان صاحب نے کی اور اسٹیج سیکرٹری کے فرائض خود امیر تنظیم اسلامی ابو ظبی محمد خالد صاحب نے انجام دئے۔ پروگرام کے آخر پر تحریک خلافت سے متعلق ایک دو ورقہ اور تحریکِ خلافت کے حلقۂ معاونین میں شمولیت اختیار کرنے کے فارم بھی تقسیم کئے گئے۔

۲۲ر جنوری کو صبح کے وقت ریڈیو ابو ظبی سے تعلق رکھنے والی اور امارات کی معروف شخصیت جناب اظہار حیدر صاحب ابو ظبی ریڈیو کے لئے ڈاکٹر صاحب کا انٹرویو ریکارڈ کرنے کے لئے تشریف لائے۔ یہ انٹرویو ۲۴ جنوری کو ریڈیو ابو ظبی سے نشر ہوا۔

آج کا پروگرام چونکہ ابو ظبی کے ایک دوسرے شہر العین میں تھا' لہٰذا ڈاکٹر صاحب کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ساڑھے بارہ بجے العین روانہ ہوگئے' جہاں ڈاکٹر صاحب کی رہائش کا انتظام ایک رفیق تنظیم قیصر الزمان صاحب کے گھر میں تھا' جبکہ دور دراز سے آنے والے رفقاء کے لئے قریب ہی ایک سکول کی عمارت میں رہائش کا بندوبست کیا گیا تھا۔ یہاں ڈاکٹر صاحب کو مرکزِ پاکستان العین کے وسیع ہال میں "قرآن حکیم کی دعوت" کے موضوع پر خطاب کرنا تھا۔ یہ جگہ چونکہ شہر سے باہر کافی دُور واقع تھی جہاں پہنچنے کے لئے ذاتی ٹرانسپورٹ ضروری تھی' مزید برآں موسم بھی کافی خراب تھا اور ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی ' لہٰذا اوّلاً خیال یہی تھا کہ کون یہاں یہ خطاب سننے کے لئے آئے گا! لیکن لوگوں کا ذوق و شوق دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی،ایک ہزار کے قریب افراد نے ڈاکٹر صاحب کا یہ خطاب سنا۔ کچھ لوگوں کو ہال میں کھڑے ہو کر بھی خطاب سننے کی جگہ نہ ملی تو انہوں نے سردی کے باوجود یہ خطاب باہر رکھے گئے ٹی وی پر سماعت فرمایا۔ عورتوں کے لئے پردہ کا انتظام تھا' لہٰذا انہوں نے بھی خاصی تعداد میں امیرِ محترم کا یہ خطاب سنا۔

اگلے روز ۲۳ر جنوری کو اسی مرکزِ پاکستان العین میں کل امارات کے رفقاء سے ڈاکٹر صاحب کی ایک نشست کا اہتمام کیا گیا تھا' جو صبح نو بجے سے دوپہر بارہ بجے تک جاری رہی۔ اس پروگرام میں تمام رفقاء نے آزادی کے ساتھ مختلف نوع کے سوالات کئے اور اپنے

اشکالات کا کھل کر اظہار بھی کیا۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے تمام سوالات کے جامع جوابات دیئے' جس سے قریباً تمام رفقاء مطمئن نظر آتے تھے۔

عصر سے مغرب تک ڈاکٹر صاحب نے اپنی رہائش گاہ پر عام لوگوں سے ملاقات کی۔ عشاء کے بعد پھر مرکزِ پاکستان العین میں "مسلمان اور اسوۂ رسولؐ" کے موضوع پر امیرِ محترم کا اڑھائی گھنٹے کا خطاب تھا۔ گذشتہ روز کی طرح یہ خطاب بھی قریباً ایک ہزار افراد نے پوری دلجمعی کے ساتھ سماعت فرمایا۔ اس روز مرکزِ پاکستان العین کی انتظامیہ کی جانب سے تمام رفقاء اور امیرِ محترم کو رات کے کھانے کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ ساٹھ کے قریب رفقاء نے امیرِ محترم کے ساتھ مرکزِ پاکستان العین کے ہال میں خطاب کے بعد رات کا کھانا کھایا۔

اگلے روز یعنی ۲۴ر جنوری کو بروز جمعہ امارات کی ایک ریاست راس الخیمہ میں ڈاکٹر صاحب کو اجتماعِ جمعہ سے خطاب کرنا تھا۔ لہٰذا نماز فجر کے بعد بارہ گاڑیوں کا ایک قافلہ راس الخیمہ کی جانب محوِ سفر ہوا۔ امیرِ محترم ایک تنظیمی ساتھی افتخار احمد صاحب کے ساتھ ان کی گاڑی میں روانہ ہوئے۔ راس الخیمہ میں امیرِ محترم اور رفقاء کے مختصر قیام کا بندوبست ایک ساتھی جناب عبدالقیوم صاحب کے گھر میں تھا۔ یہاں پر امیرِ محترم نے مرکزِ پاکستان راس الخیمہ میں اجتماعِ جمعہ سے "ہماری دینی ذمہ داریاں" کے موضوع پر بلیغ خطاب فرمایا' جسے چار سو کے قریب افراد نے سنا۔ واضح رہے کہ وہاں کے حالات اور ماحول کے پیشِ نظر یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ خطابِ جمعہ کے بعد دوپہر کا کھانا تمام رفقاء اور امیرِ محترم نے ایک ساتھ جناب عبدالقیوم صاحب کے گھر میں تناول کیا۔

اسی روز بعد نماز عشاء امیر محترم کو ایک دوسری ریاست الفجیرہ میں "عقیدۂ توحید اور اس کے عملی تقاضے" کے موضوع پر خطاب کرنا تھا۔ اس ریاست میں صرف دو ہی رفقاء ہیں ۔ چنانچہ راس الخیمہ میں دوپہر کے کھانے سے فراغت کے فوراً بعد ہی رفقاء آٹھ گاڑیوں میں الفجیرہ کی جانب روانہ ہوگئے' تاکہ خطاب سے قبل ضروری انتظامات کر لئے جائیں۔ البتہ امیرِ محترم تنظیم اسلامی شارجہ کے امیر جناب مشتاق صاحب اور چند دیگر ساتھیوں کے ساتھ بعد نماز عصر روانہ ہوئے۔ آج کا یہ خطاب الفجیرہ کے ایک عالمِ دین جناب انس مدنی صاحب کی خواہش اور تعاون سے جامع مسجد میں رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے چار پانچ سو کے مجمع سے ڈیڑھ گھنٹہ تک خطاب کیا۔ پروگرام کے مطابق امیرِ محترم کو رات الفجیرہ ہی میں قیام کرنا تھا' لیکن اچانک طبیعت خراب ہونے کی بناء پر امیرِ محترم چند رفقاء کے ساتھ دبئی روانہ ہوگئے' جہاں آپ خدام القرآن دبئی کے مرکز میں ٹھہرے۔ البتہ

باقی رفقاء شاہ زمان صاحب کے گھر میں رات کا کھانا کھانے کے بعد روانہ ہوئے۔ اور انہوں نے رات خدام القرآن شارجہ کے مرکز میں آکر بسر کی۔

۲۵ر جنوری کو بعد نماز عشا دبئی "فوک لوَر سوسائٹی ہال" میں "نبی اکرمؐ کا مقصدِ بعثت" کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب کو خطاب کرنا تھا۔ اس مقام پر ڈاکٹر صاحب کو مسلسل چار روز خطاب کرنا تھا' جس میں سے پہلے دو دنوں میں مختلف عنوانات کے تحت منہجِ انقلابِ نبویؐ پر تقریریں کرنا تھیں۔ تیسرے روز محترم ڈاکٹر صاحب کے خطاب کا موضوع تھا "امتِ مسلمہ کے ماضی حال اور مستقبل" جس میں خاص طور پر انہوں نے تحریکِ خلافت پاکستان پر وضاحت سے روشنی ڈالی۔ چوتھے اور آخری روز یعنی اٹھائیس جنوری کو ایک مکمل نشست سوال و جواب کے لئے مخصوص کی گئی تھی۔ اگرچہ دبئی کا یہ مقام جہاں یہ مسلسل خطابات طے تھے شہر سے دُور واقع ہے اور اردو بولنے اور سمجھنے والے لوگوں کے لئے یہ جگہ قدرے غیر معروف ہے اور اس بناء پر حاضری کے امکانات کم تھے' لیکن الحمدُللہ کہ چاروں دن سامعین کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ یہاں تک کہ اسٹیج پر بیٹھنے اور ہال میں کھڑے ہونے کے لئے بھی جگہ باقی نہیں رہتی تھی اور صورت یہ تھی ہر روز اس تعداد میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ روزانہ اوسطاً ایک ہزار کے قریب مردو خواتین نے ان پروگراموں میں شرکت کی۔ خواتین کے لئے الگ پردہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ ہر روز پروگرام کا آغاز جناب قاری طیّب صاحب کی مسحور کُن تلاوتِ قرآن سے ہوتا۔ آخری دن چونکہ محض سوال و جواب کی نشست تھی لہٰذا خیال تھا کہ زیادہ لوگ نہیں آئیں گے مگر خلافِ توقع اس روز بھی ہال بھرا ہوا تھا۔ شرکاء کی دلچسپی دیدنی تھی۔ سوالات اس قدر زیادہ تھے کہ دو گھنٹے کی بھرپور نشست کے بعد بھی بہت سے سوالات ابھی باقی تھے۔امیرِ محترم کو چونکہ آج رات ہی ایک بجے کی فلائیٹ پر دبئی سے لاہور روانہ ہونا تھا لہٰذا پونے گیارہ بجے اس نشست کا اختتام کردیا گیا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے حسبِ فرمان تمام ساتھیوں نے یہیں اپنے امیر کو خدا حافظ کہا' صرف دو ساتھی امیر محترم کے ساتھ ایئرپورٹ تک گئے۔

دبئی میں قیام کے دوران دن کے اوقات میں امیرِ تنظیم کا زیادہ تر وقت ملاقاتوں میں گزرتا تھا۔ یہ ملاقاتیں دبئی سنا بلڈنگ میں واقع جناب سہیل صاحب کے فلیٹ میں ہوتی تھیں جہاں امیر محترم ۲۶ جنوری سے مقیم تھے۔ ۲۸ جنوری کو امیر تنظیم نے مرکز خدام القرآن شارجہ کا دورہ کیا' جہاں کچھ لوگوں نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کی۔ اس روز دوپہر کا کھانا شارجہ میں مقیم جناب زاہد صاحب کے گھر تناول فرمایا۔

ان تمام مقامات پر جہاں امیر تنظیم کے خطابات کے پروگرام ہوئے' انتظامات کی اصل ذمہ داری ابو ظہبی کے رفقاء کے سپرد تھی' امارات میں مقیم دیگر ساتھی رضاکارانہ طور پر شریک ہوسکتے تھے۔ البتہ دبئی کی حد تک یہ ذمہ داری شارجہ کے ساتھیوں پر بھی مساوی طور پر ڈالی گئی تھی۔ الحمدُللہ کہ ہمارے تمام ہی ساتھیوں نے بڑی جانفشانی سے اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیا لہٰذا میرے لئے بڑا مشکل ہے کہ میں ان کی کارکردگی کو فرداً فرداً زیر بحث لاؤں۔ مختصر یہ کہ ہمارے وہ ساتھی جن کے ذمے اہم انتظامی امور تھے وہ سب اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے میں ہر طرح کامیاب رہے۔ **فجزاھُمُ اللّٰہُ اَحسن الجزاء۔**

ہمارے اس پروگرام کا مقصد اپنے کام کو امارات میں متعارف کروانا تھا جس کے لئے ہم نے وزیٹنگ کارڈ، خلافت فارم اور نظامِ خلافت کے خدو خال پر مشتمل چار ورقہ اور ہینڈ بل وغیرہ کثیر تعداد میں چھپوا لئے تھے۔ جنہیں ہر پروگرام کے دوران تقسیم کیا جاتا تھا۔ امیرِ محترم کے ہر خطاب کا اصل نکتہ بھی اپنے کام کا تعارف ہی ہوتا تھا۔ الحمدُللہ کہ یہ کام راقم کی ذاتی توقع سے بڑھ کر ہوگیا ہے۔

اس پورے پروگرام کی ایک خاص بات یہ تھی کہ تمام پروگرام نہایت سادگی سے منعقد ہوئے۔ یہاں تک کہ کسی بھی خطاب سے قبل امیرِ تنظیم کا تعارف کرواتے وقت مروجہ دستور کے مطابق انہیں اس دیدہ ور سے بھی تشبیہ نہیں دی گئی جس کے لئے نرگس ہزاروں سال روتی رہی اور نہ ہی اس دعوتی و تحریکی کام کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا جو وہ انجام دے رہے ہیں۔ ہر موقع پر یہ احساس ہوا کہ لوگ ڈاکٹر صاحب کو توجہ سے سننے آئے ہیں، اور اس نعرے بازی کا وہاں کوئی سراغ نہیں ملتا تھا جس کے بغیر بالعموم آج کل کوئی خطاب مکمل ہی نہیں ہوتا۔

بقیہ: تذکرہ و تبصرہ

اسرار احمد نے کہا کہ سود کے مسئلے پر ملک کے اندر ہی نہیں' باہر بھی ایک کھچڑی سی پک رہی ہے اور بحران سامنے کھڑے نظر آتے ہیں۔ آیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری قیادت کو اس نازک صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے استقلال اور ثابت قدمی عطا فرمائے۔ انہوں نے واضح کیا کہ سرمایہ دارانہ معیشت کے ردِ عمل میں جس اشتراکیت نے جنم لیا وہ ناکام و نامراد ہو کر فنا کے گھاٹ اتر گئی ہے کیونکہ اس نے اپنے سسٹم کی بنیادیں طبعِ انسانی سے مناسبت نہ رکھنے والے اصولوں پر رکھی تھیں۔ اب ہمارے لئے موقع ہے کہ اسلام کے عادلانہ اصولوں پر مبنی ایک معاشی نظام قائم کر کے دکھادیں جو انسانی فطرت و طبعیت کے تقاضوں کی بھرپور تسکین کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس چیلنج کو قبول کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت اور ہمارے دین و ایمان کا تقاضا ہے۔

ہمارے قدم آگے بڑھ رہے ہیں

امیر تنظیم اسلامی کے دورۂ کراچی اور تنظیم کے دو روزہ مشاورتی اجتماع کی روداد

مرتّب: نجیب صدیقی

الحمدُ للہ تحریکِ خلافت کا تعارف بڑھ رہا ہے' یہ اجنبی لفظ مانوس ہوتا جارہا ہے' ایک وقت تھا کہ اس لفظ کی حکمرانی تھی۔ زوال نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا کہ یہ اجنبی بن گیا۔

قرآن دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ وہ جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لانے کا مدّعی ہے اور جن لوگوں نے اسے اپنی زندگیوں میں اختیار کیا وہ خود بھی روشن ہوئے اور اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے ذریعے دنیا کو بھی روشنی بخشی' اس روشنی کا دوسرا نام "خلافتِ اسلامی" ہے ---- آج اسی خلافتِ اسلامی کے قیام کی جدوجہد ہو رہی ہے۔ داعیٔ تحریکِ خلافت جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے سہ روزہ دورۂ کراچی کے پہلے دن نماز جمعہ سے قبل خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج میری گفتگو کا عنوان اسلام کا معاشی نظام یا نظامِ خلافت کا معاشی ڈھانچہ ہے۔ آج سے ایک ماہ قبل اسی جگہ پر میں نے عہدِ حاضر میں خلافت کے سیاسی و دستوری ڈھانچے کو موضوعِ گفتگو بنایا تھا' آج اس کے معاشی حصّہ پر بات ہوگی۔ اسلام کی معاشی تعلیمات کی دو سطحیں ہیں۔ ایک ایمانی سطح ہے اور دوسری قانونی اور فقہی سطح۔ ایمانی سطح جسے ہم احسانی سطح بھی کہہ سکتے ہیں' یقین کی پختگی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس یقین کے نتیجے میں انسان اس حقیقت کو جان لیتا ہے کہ ہمیں جو کچھ ملا ہے وہ محض اللہ کا فضل ہے' اس کی عطا ہے' ہماری محنت کا صلہ ہرگز نہیں۔ جو لوگ اس سطح پر ہوتے ہیں ان کے لئے تو دین کی تعلیم یہی ہے کہ جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہے وہ اللہ کی راہ میں دے دو۔ فقرائے صحابہؓ اسی سطح پر تھے۔ دوسری سطح قانونی اور فقہی ہے۔ انسان کی طبیعت اور اس کے مزاج میں یہ شامل ہے کہ وہ صرف اس وقت محنت پر آمادہ ہوتا ہے جب اسے معلوم ہو کہ محنت کا پھل مجھے ملے گا۔ اسلام اس کا راستہ نہیں روکتا کہ وہ محنت کرے' کاروبار کرے اور کمائے لیکن ساتھ ہی اللہ کا حق بھی ادا کرے یعنی وہ نصاب کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کرے۔ اسلام نے انفرادی ملکیت کی نفی نہیں کی' ہاں حرام ذرائع سے کمانے کو روکا ہے اور خرچ کرنے میں اِسراف و تبذیر سے منع کیا ہے۔ اسلام یہ تصور پیدا کرنا چاہتا ہے کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے خواہ وہ دولت کی شکل میں ہو یا قوت و صلاحیت کی شکل میں وہ سب امانت ہے' تم

امین ہو مالک نہیں ہو' تم اپنی جان کے بھی مالک نہیں' تمہیں اپنی دولت اور صلاحیت اپنے مالک کی خوشنودی اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر خرچ کرنا ہے' انفرادی سطح پر اسی کا نام خلافت ہے اور یہی خلافت جب اجتماعی سطح پر ہو تو وہ اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ دیکھو ایسا نہ ہو کہ دولت کی گردش صرف تمہارے امراء کے درمیان ہوتی رہے۔ اس لئے سُود اور دوسرے حرام ذرائع بند کردئے گئے کیونکہ دولت کے ارتکاز کے یہی راستے ہیں --- پہلی سطح اور بلند ترین سطح تو یہی ہے کہ ضرورت سے زیادہ جو کچھ ہے وہ سب دے دو۔ اگر ایسا نہیں کرسکتے تو قرضِ حسنہ دو' تاکہ معاشرے میں معاشی طور پر دبے ہوئے لوگ اوپر اٹھ سکیں۔ اگر یہ بھی نہیں کرسکتے تو ان سے مضاربت کرلو تاکہ ان کی محنت اور تمہارے سرمایہ سے معاشرہ خوش حال ہوسکے۔ اسلام سُود اور جُوئے کی سختی سے نفی کرتا ہے۔ اس پر اتنی سخت وعید ہے کہ آدمی سوچ کر لرز جاتا ہے۔ ذرا غور کریں تو اس کی حکمت سامنے آتی ہے۔ سُود اور جُوا دونوں انسان کی محنت کی نفی کرتے ہیں' زندگی کی حقیقتوں سے گریز کی راہ پر ڈالتے ہیں' اس سے بے شمار خباثتیں جنم لیتی ہیں' انسانی ہمدردی کا جذبہ بھی مرجاتا ہے۔ اسلام کے معاشی نظام کی یہ دو سطحیں ہیں جنہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے تاکہ التباس نہ ہو۔

اس سہ روزہ دورے میں داعیٔ تحریکِ خلافت کے ساتھ ناظمِ تحریکِ خلافت جناب عبدالرزاق صاحب اور ناظمِ تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب بھی تھے۔ تنظیم اسلامی کے ملتزم رفقاء کی دو روزہ تربیت گاہ بھی انہیں دنوں ہورہی تھی تاکہ تحریکِ خلافت کے سلسلے میں جو سوالات رفقاء کے ذہن میں پیدا ہورہے ہیں وہ اپنی تسلی کے لئے انہیں داعیٔ تحریک کے سامنے پیش کریں۔ نیز تحریکِ خلافت کے سلسلے میں بھرپور پروگرام بنایا جائے اور لوگوں تک پہنچ کر انہیں تعاون کرنے پر آمادہ کیا جائے' عوام الناس کا تعاون اس لئے درکار ہے کہ انہی کے ذریعہ حکمرانوں پر دباؤ ڈالا جاسکتا ہے۔

ناظمِ تنظیم اسلامی پاکستان جناب عبدالخالق صاحب نے نظم کی اہمیت' جنگِ اُحد اور جنگِ تبوک کے حوالے سے رفقاء کے سامنے رکھی کہ آئندہ منصوبہ بندی کا تمام دارومدار نظم کی پابندی پر ہے۔ مثبت انقلاب لانے والی تحریکیں نظم کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتیں۔

تحریکِ خلافت پاکستان کے ناظم جناب عبدالرزاق صاحب نے احیاءِ خلافت کی اصطلاح اور اسلامی انقلاب کے مفہوم کے درمیان جو ہم آہنگی پائی جاتی ہے اسے وضاحت سے بیان کیا کہ دراصل یہ دونوں ایک ہی شے ہیں' محض نام کا فرق ہے' ہمیں کام وہی کرنا ہے۔ اصطلاح کی تبدیلی عوام الناس کو اور قریب کرنے کا ذریعہ ہوگی۔

خلافت کی اصطلاح کا ایک پس منظر لوگوں کے ذہن میں موجود ہے اور اسکی پشت پر ایک

طویل تاریخ ہے۔ درخت کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ داعیٔ تحریک کی جدوجہد کی مثال ایک درخت کی سی ہے۔ درس و تدریس، قرآن اور دعوتِ رُجوع الی القرآن کی حیثیت ان جڑوں کی ہے جو زمین کے اندر گہرائی میں پھیلی ہوئی ہیں اور اس درخت کا تنا تنظیم اسلامی ہے اور اس کی شاخیں اور برگ و بار تحریکِ خلافت ہے۔ مثالیں بات سمجھانے کے لئے اور مفہوم کو ذہن کے قریب سے قریب تر کرنے کے لئے ہیں۔ اس وقت پاکستان میں تحریکِ خلافت کے عنوان سے جو رابطۂ عوام جاری ہے محترم عبدالرزاق صاحب نے اس کی تفصیل بیان کی۔ خلافت کے نام کی برکت کا ذکر کرتے ہوئے ناظمِ تحریکِ خلافت نے کہا کہ اس اصطلاح کی برکت ہے کہ قریباً تمام مکاتبِ فکر کے لوگوں نے اس کی تائید کی ہے، اور اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔

اس گفتگو کے بعد رفقاء کو امیر تنظیم اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک تقریر بذریعہ کیسٹ سنائی گئی۔ یہ کیسٹ لاہور کے ایک اجتماع میں چند روز پہلے ریکارڈ کی گئی تھی' اس کا دورانیہ تقریباً ساڑھے چار گھنٹے پر مشتمل تھا جسے دو نشستوں میں سنا گیا۔ داعیٔ تحریک نے اپنی شعوری زندگی کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۵۰ء میں تحریکی تصور کو میں نے شعوری طور پر قبول کیا تھا۔ آج ۱۹۹۲ء شروع ہو چکا ہے اور اب میں عالمِ آخرت کی دہلیز پر کھڑا ہوں۔ ہر شخص جہادِ زندگانی میں خواہی نہ خواہی مصروف ہے' الحمدللہ کہ میری جہادِ زندگی کا تیسرا اور آخری مرحلہ شروع ہو رہا ہے۔ پہلا مرحلہ دعوت رُجوع الی القرآن یا تعلیم و تعلّمِ قرآن پر مشتمل تھا جس کی کوکھ سے انجمن خدام القرآن اور قرآن اکیڈمی پھر قرآن کالج نے جنم لیا' دوسرا مرحلہ تنظیم اسلامی کے قیام کا تھا یعنی اقامتِ دین کے لئے عملی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ تیسرا مرحلہ اب یہ تحریکِ خلافت ہے جس کا عملاً آغاز ہو چکا ہے ——— دو روزہ تربیت گاہ کا یہ اہم حصہ تھا۔ تقریر کی اثر انگیزی الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی' میں سمجھتا ہوں کہ ہر شخص کے قلب و ذہن میں ایک معرکہ بپا ہو گیا ہوگا' ایک طرف نفس و شیطان کے لاؤ لشکر ہیں' اور دوسری طرف اقامتِ دین کی فرضیت اور اس کے تقاضے' دونوں طرف کی فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہیں' کس کی فتح ہوتی ہے اور کس کی شکست!!

اس دورہ کا اہم پروگرام معاونینِ خلافت کا اجتماع تھا جسے بہت مختصر نوٹس پر منعقد کیا گیا تھا۔ یہ اجتماع بزنس ٹریڈ سنٹر بلڈنگ میں بعد نماز مغرب ہوا۔ مجھے تو اندیشہ تھا کہ اس نئی جگہ پر بہت کم افراد آئیں گے مگر اسے لفظِ خلافت کی برکت کہئے کہ اس نئی جگہ پر لوگ بروقت پہنچ گئے، جبکہ یہ وقت چھٹی کا بھی نہ تھا۔ معاونینِ خلافت کا فارم بھرنے والوں کی اکثریت موجود تھی اور کچھ دوسرے افراد بھی تھے ان میں سے بعض نے بعد میں فارم پُر کیا۔ اس اجتماع سے خطاب ناظمِ تحریکِ خلافت جناب عبدالرزاق صاحب نے کیا، آپ نے بتایا کہ پنجاب میں تحریکِ خلافت کے جلسوں کی عوام کی طرف

سے پذیرائی ہو رہی ہے۔ ڈھائی ماہ کے مختصر عرصہ میں اس دعوت پر لبیک کہنے والوں کی تعداد تقریباً ۱۳۰۰ ہے' یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے تحریکِ خلافت کا فارم پُر کیا ہے اور تعاون کا عہد کیا ہے۔ اس کے بعد معاونینِ خلافت کو اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی' سامعین میں سے نو افراد نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور بعض تجاویز بھی پیش کیں۔ داعیٔ تحریکِ خلافت نے معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ خلافت کا نظام بڑی جاں گسل محنت سے نافذ ہو گا۔ اس کے لئے پہلے اسے اپنے وجود پر نافذ کرنا ہو گا' جس پر آپ کو اختیار حاصل ہے' پھر جس خاندان کے آپ سربراہ ہیں اس پر اسے نافذ کریں اس لئے کہ آپ کی حیثیت خلیفہ کی ہے۔ محض تمناؤں اور آرزوؤں سے کوئی کام نہیں ہوتا اور نہ صرف دُعا سے کام چل سکتا ہے' پہلے اپنی محنت و کوشش سے فضائے بدر پیدا کرنی ہو گی اور پھر اللہ کی مدد بھی آئے گی۔ اگر محض دُعا سے کام چلتا تو حضورؐ سے بڑھ کر کون مستجاب الدعوات تھا لیکن آپؐ کو بھی جدوجہد کرنی پڑی' سوچ سمجھ کر کمر ہمت کسئے' یہ سیاسی ہنگامہ نہیں اس کے تقاضوں کا شعور ہونا چاہیے۔ تدریجاً ہم آگے بڑھیں گے تو کامیابی ہو گی۔

اس کے بعد ناظمِ تحریکِ خلافت جناب عبدالرزاق صاحب نے معاونینِ خلافت کو کام کا ابتدائی نقشہ بتایا (۱) خلافت کے داعی بنیں اور لوگوں کو اپنی طرف بلائیں۔ (۲) آپ کا آپس میں مستقل رابطہ رہنا چاہیے خواہ اس کی شکل ماہانہ اجتماع کی ہو (۳) نظامِ خلافت کے خدوخال پر مشتمل چار ورقہ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں' عہد نامہ تعاون بھی ساتھ لے جائیں اور اسے پُر کروائیں۔ (۴) کم از کم پانچ افراد تک پہنچیں اور معاونین کا فارم پُر کروائیں۔ (۵) داعیٔ خلافت کی تقریر کا کیسٹ موجود ہے' اسے خریدیں اور لوگوں تک پہنچائیں' اپنے گھر میں اجتماع منعقد کریں اور کیسٹ سنوائیں۔ (۶) اخبارات میں خطوط اور مضامین لکھیں۔ (۷) دفتر سے رابطہ رکھیں' تجاویز سے آگاہ کریں تاکہ کام کو آگے بڑھایا جاسکے۔

اس کے بعد یہ پُر وقار اجتماع اختتام کو پہنچا جس کے بعد شرکاء کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔ داعیٔ تحریکِ خلافت کو دوسرے دن رحیم یار خان میں ایک جلسہ سے خطاب کرنا تھا اور خیبر میل کا وقت ہوا چاہتا تھا' چنانچہ آپ رحیم یار خان کیلئے روانہ ہو گئے۔○○

بقیہ : سود کے ارتقاء کا تاریخی جائزہ

زاویہ سے اس پیچیدہ مسئلہ پر نگاہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اور جو حقائق سامنے آئے ہیں وہی حقائق گہرائی میں جاکر بھی ملیں گے۔ ہمارا مقصد صرف یہ دیکھنا تھا کہ سود کو ایک قابلِ مذمت اور مستوجبِ سزا جرم سے مسلمہ باوقار کاروبار کا درجہ کیوں کر حاصل ہوا اور سود خور طبقہ کس طرح اعلیٰ ترین حکومتی اعزازات کا مستحق قرار پایا۔

جوں جوں ہمیں اپنی زندگیوں اور ماحولیات پر سود کے مضرت رساں اثرات کا مشاہدہ ہورہا ہے اپنے آباء و اجداد کی اس بارے میں حقیقت پسندی ہم پر عیاں ہورہی ہے اگرچہ سود فی الوقت جدید تہذیب و تمدن کا ایک جزوِ لاینفک بن چکا ہے 'مگر امید کرنی چاہیے کہ اس کی تباہی اور نقصانات پر بھی ہماری نظر جائیگی اور ہم سیاست پر اس کی گرفت سے بے خبر نہیں رہیں گے ' آخر صدیوں تک ہم سے پہلے لوگ سودی نظام کے بغیر زندگی بسر کرتے رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم اسی طرح سود پر مکمل پابندی عائد کر کے اس دائمی روگ سے گلو خلاصی نہیں کراسکتے؟

* *

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

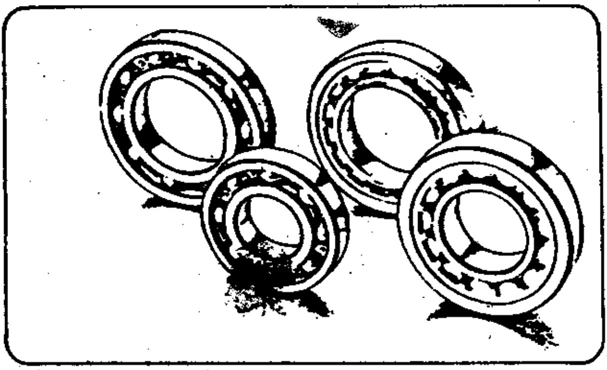

PLEASE CONTACT

.TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan) Tel : 7723358-7721172

LAHORE : . (Opening Shortly) — Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : — 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

ہم مغرب سے مقابلہ کرتے ہیں
...اور اُن ہی کی سرزمین پر!

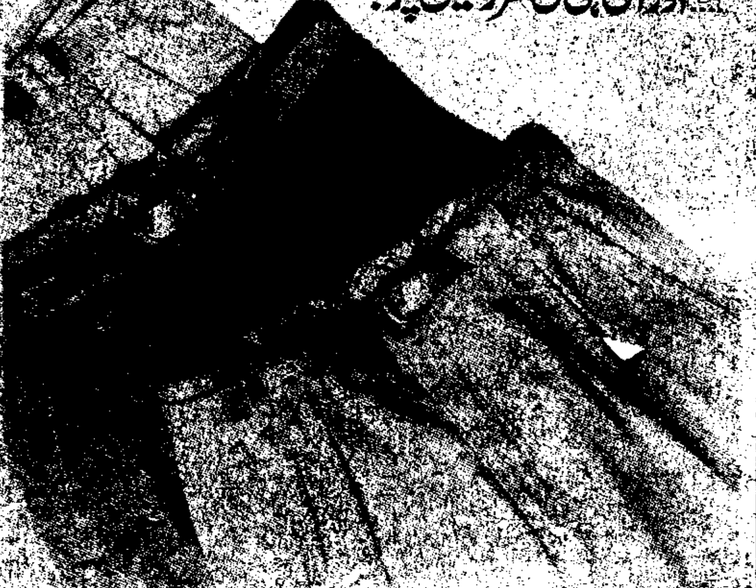

ہم اپنے گارمنٹس، بیڈ لینن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک، اسکینڈی نیوین ممالک، شمالی امریکہ [illegible] دوسرے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کر کے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں رک کر دم نہیں لینے دیتی۔ ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو اور بلند کرتی ہے۔ ایسی محنت جو کوالٹی کنٹرول اور پابندیٔ وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

Jawad®

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

ایسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

IV/C/3-A ناظم آباد کراچی 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209

کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس (92-21) 610522

انسٹنٹ
جوھرجوشاندہ
فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی سوزش کے لیے مفید
صدیوں سے آزمودہ جوشاندہ اب فوری حل ہونے والے انسٹنٹ جوھرجوشاندہ کی شکل میں۔
خاندان کے ہر فرد کے لیے مفید جوھرجوشاندہ فلو، نزلہ، زکام کی علامات میں آرام پہنچاتا ہے۔
موسمی اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے جوھرجوشاندہ احتیاطی تدبیر کے طور پر استعمال کریں۔
ترکیب استعمال: ایک کپ گرم پانی یا چائے میں ایک پیکٹ جوھرجوشاندہ ملائیں اور جوشاندہ تیار
دن میں دو یا تین پیکٹ جوھرجوشاندہ استعمال کریں۔
جوھر
جوشاندہ
JOHAR
JOSHANDA
JOSHANDA
تحقیق کی روایت
معیار کی ضمانت